تدبّر

7/95

زیر نگرانی

مولانا امین احسن اصلاحی

یکے از مطبوعات

ادارہ تدبّرِ قرآن و حدیث

نئی مطبوعات

مولانا امین احسن اصلاحی کی درج ذیل تصانیف مطالعہ فرمائیے:

○ فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں ۷۸/= روپے

موضوعات: خدا کی ذات و صفات۔ کائنات میں انسان کا مقام۔ خیر و شر۔ جبر و اختیار۔ آخرت اور جزا و سزا۔ نظام نبوت

○ مقالاتِ اصلاحی۔ جلد اوّل ۹۹/= روپے

موضوعات: اسوۂ حسنہ۔ جماعت اسلامی سے علیحدگی کی بنیادیں۔ معاشرہ کی اصلاح کا منہاج۔ مغربی تہذیب سے مرعوبیت کے اثرات

○ اسلامی قانون کی تدوین ۵۱/= روپے

○ مجموعہ تفاسیر فراہی (مصنفہ امام فراہیؒ) ۲۴۰/= روپے

○ تفہیمِ دین ۶۳/= روپے

موضوعات: قرآنیات۔ تحقیقِ حدیث و سنت۔ فلسفۂ دین۔ اسلامی نظام اجتماعی۔ قومی و ملی معاملات۔

فاران فاؤنڈیشن

۱۲۲۔ فیروز پور روڈ۔ اچھرہ۔ لاہور ۵۴۶۰۰

فون۔ ۷۵۸۰۸۰۰

تدبر

جولائی 1995ء | شمارہ نمبر 50 | صفر 1416ھ

ترتیب

تذکرہ و تبصرہ

ملی یک جہتی کونسل ——— خالد مسعود 3

تدبر قرآن

تفسیر سورہ النحل (2) ——— خالد مسعود 6

تدبر حدیث

علم کی حفاظت ——— امین احسن اصلاحی/ سعید احمد 11

جرائم کے ارتکاب پر حدود کا نفاذ ——— امین احسن اصلاحی/ سعید احمد 24

اسالیب قرآن

متقابل کا حذف ——— خالد مسعود 35

مقالات

معاہدہ حدیبیہ سے اعلان براءت ——— خالد مسعود 41

اشاریہ

اشاریہ مضامین تدبر 1 تا 50 ——— سید اسحاق علی 49

مجلس ترتیب

○ ———— خالد مسعود (مدیر)

○ ———— عبداللہ غلام احمد

○ ———— ماجد خاور

○ ———— محبوب سبحانی

○ ———— سعید احمد

ناشر ———— ادارہ تدبر قرآن و حدیث

رحمان سٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد، لاہور

مطبع ———— المطبعۃ العربیۃ لاہور

قیمت =/10 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ و تبصرہ

خالد مسعود

ملی یک جہتی کونسل

سال ڈیڑھ سال سے وطن عزیز پاکستان میں مختلف فرقوں اور جماعتوں کے علماء کے قتل کا بازار گرم تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ سنیوں کی مساجد اور شیعوں کی امام بارگاہوں میں بم پھینکنے کا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں درجنوں افراد ہلاک ہو گئے۔ حملہ آوروں نے نظام الاوقات کچھ ایسا اپنایا کہ آج ایک فرقہ کی عبادت گاہ کو نشانہ بنایا تو اگلا ہدف دوسرے فرقہ کی عبادت گاہ ہوتی۔ حتیٰ کہ عام آدمی بھی یہ پیش گوئی کرنے کے قابل ہو گیا کہ حملوں کی ترتیب کے پیش نظر اگلا نشانہ کون بنے گا۔ اس منصوبہ بندی سے ملک کے باشندوں کو یہ پیغام دینا مقصود تھا کہ ملک میں انتشار علماء کا پیدا کردہ ہے اور فرقہ واریت کسی طرح امن و امان پیدا نہیں ہونے دیتی۔ بادی النظر میں یہی تاثر قائم ہوتا کہ دو فرقے باہم دست بگریباں ہیں اور ان کے انتقام کی آگ کسی طرح ٹھنڈی ہونے میں نہیں آرہی ہے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وارداتوں کے تسلسل کے باوجود کبھی کوئی حملہ آور گرفتار نہ ہوا اور دونوں بظاہر متحارب فرقوں کے ذمہ دار علماء ہمیشہ ان وارداتوں سے لاتعلقی کا اظہار اور ان کی مذمت کرتے رہے۔ بلکہ یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ عوام نے بھی دونوں مخالف گروہوں کے ساتھ یکساں اظہار ہمدردی کیا اور ان کے نقصانات کی تلافی میں مدد دی۔ ایک عرصہ تک اہل وطن کو اس طرح دہشت زدہ کرنے کے بعد منصوبے کے دوسرے مرحلہ پر عمل شروع ہوا۔ ارباب اقتدار کی طرف سے فرقہ وارانہ تشدد پسندی کے خلاف دھڑا دھڑ بیانات جاری ہونے لگے، علماء کو بدامنی کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا، حکومتی بیانات میں مدارس کو دہشت گردوں کے ایسے اڈے قرار دیا گیا جو بیرونی امداد پاتے اور تشدد کی تربیت دیتے ہیں۔ حکومت نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اس صورت حال سے آہنی ہاتھ سے نمٹے گی۔ ارباب اقتدار نے بات محض بیانات تک محدود نہیں رکھی بلکہ اس کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ جو مدارس زکوۃ سے امداد پاتے تھے ان کو امداد دینے میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ مساجد میں لاؤڈ سپیکروں کے استعمال پر پابندی لگا دی گئی۔ دینی جماعتوں کے بعض دفاتر پر پولیس کے بلاوجہ چھاپے ڈلوائے گئے۔ خود وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ افغان جہاد میں حصہ لینے والے مصر، الجزائر اور دوسرے ممالک کے تربیت یافتہ جنگجوؤں نے دہشت پھیلا رکھی ہے۔ ان کے جنگی جنون کے خلاف متحد ہو کر کارروائی کرنی ہوگی اور ان کو ملک سے نکال کر ان کی حکومتوں کے حوالے کیا جائے گا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مدارس اسلامیہ کے خلاف گرینڈ

آپریشن کے احکامات جاری کئے۔ تین سو مساجد اور امام بارگاہوں کو حساس قرار دے کر پولیس کا ایک خاص محکمہ ان کے پیچھے لگایا گیا۔ یہ سب کچھ اتنا تیزی سے اور مسلسل انداز میں ہوا کہ ملت کے بہی خواہوں' بالخصوص علمائے کرام' کو درپیش خطرہ بالکل سامنے نظر آنے لگا اور ان میں اس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔ سارا معاملہ اس وقت طشت ازبام ہو گیا جب وزیر اعظم صاحب کی زبان سے یہ نکلا کہ اسلامی شدت پسندی کے معاملہ میں حکومت پاکستان اور حکومت امریکہ دونوں ہم خیال ہیں۔ پھر انہوں نے اسلامی بنیاد پرستی اور فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خلاف امریکہ سے مدد طلب کرلی۔

معاملہ کے اس پس منظر میں ملک کی تمام اہم دینی جماعتوں کا یک زبان ہو کر یہ اعلان کرنا کہ وہ فرقہ وارانہ تشدد میں پارٹی نہیں ہیں' وہ اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف امریکی امداد طلب کرنے کو غیرت اسلامی کے منافی اقدام سمجھتی اور اس کی مذمت کرتی ہیں' اور عالمی اور ملکی سطح پر اسلام اور دینی قوتوں کے خلاف چلائی جانے والی بین الاقوامی سازش کے مقابلہ کا عہد کرتی ہیں' ایک بنیادی حقیقت کے ادراک کا مظہر اور ملت کے حق میں نہایت خوش آئند ہے۔ دین ہمیں افتراق و انتشار نہیں سکھاتا بلکہ وحدت اور اعتصام بحبل اللہ کا حکم دیتا ہے۔ اگر ہر گروہ اپنی مسلکی توجیہات کو علمی دائرے میں رکھے اور اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں سے تحمل و بردباری کا معاملہ کرے تو اس سے امت افتراق کا شکار نہیں ہوتی۔ لہٰذا ملک میں فرقہ واریت کے خاتمہ اور ملت میں یک جہتی پیدا کرنے کے لئے ملی یک جہتی کونسل کے قیام نے ملت کے ہر بہی خواہ کے دل میں امید کی شمع روشن کردی ہے اور وہ تمام علماء ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں جنہوں نے اس ملی فریضہ کو ادا کرنے میں بھرپور کردار انجام دیا۔

کونسل کے قیام کے بعد اہل مغرب کے گماشتوں نے اس کو اپنے لئے خطرے کی ایک گھنٹی قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کو ایک دوسرے سے دور رکھ کر وہ جو مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے' ان کے باہم مل بیٹھنے سے ان کے حصول میں ایک ناقابل عبور رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ ملی یک جہتی کے اس اظہار کا فوری اثر یہ ہوا ہے کہ حکومتی بیانات کی گھن گرج یک دم ختم ہو گئی ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حکومتی پالیسیاں بھی تبدیل ہو گئی ہیں۔ اس لئے کونسل کے ذمہ داروں کو پوری طرح چوکس رہنا ہوگا کہ کوئی نئی منصوبہ بندی ان کی کوششوں پر پانی نہ پھیر دے۔ کونسل کے قیام کے بعد چند خبریں ایسی آئی ہیں جو قابل توجہ ہیں۔ ایک یہ کہ دینی جماعتوں کا اتحاد ختم کرنے کے لئے امریکی ایجنٹ سرگرم عمل ہو چکے ہیں۔ دوسری یہ کہ ایک جماعت ____ جماعت الفقرا ____ کے بارے میں امریکہ کی ہدایت پر حکومت پاکستان نے تحقیقات شروع کر رکھی ہے۔ گویا ہماری حکومت اس بات کی پابند معلوم ہوتی ہے کہ حکومت امریکہ جس اسلامی بنیاد پرستی سے ترساں ہے اس کا مقابلہ کرنے میں امریکہ کی مدد کی جائے۔ لہٰذا علمائے کرام کو بالعموم' اور ملی یک جہتی کونسل کے ذمہ داران کو

بالخصوص' انتہائی احتیاط سے کام لینا ہوگا تاکہ حکومت ان کے اتحاد میں رخنہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ امریکی ایجنٹ لازماً" اس اتحاد میں نقب لگانے کی کوشش کریں گے اور ہو سکتا ہے ایسی کارروائیاں کرنے سے بھی گریز نہ کریں جن سے یک جہتی کی فضا کو سبوتاژ کیا جاسکے۔

اب تک کی حکومتی منصوبہ بندی کچھ اس طرح کی تھی کہ فقہی و مسلکی اختلافات کو ہوا دے کر ایسی فضا پیدا کر دی جائے جس کو بہانہ بنا کر حکومت علماء کی سرگرمیوں کو بے حد محدود کردے۔ اگر اس میں اس کو کامیابی ہوتی تو آگے چل کر آہنی ہاتھ سے علماء کے ہر پروگرام کو روکا جاسکتا تھا۔ پھر ہر طرف چرچا اسی مغربی تہذیب کا ہوتا جس کے اخلاق باختہ مظاہر حکومت کی تائید سے پیش کئے جارہے ہیں اور ان کے خلاف کسی احتجاج کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جارہا ہے۔ ان مظاہر کا مقصد نئی پود کو ملی ورثہ سے بے گانہ کرنا اور مغربی تہذیب کا دلدادہ بنانا ہے۔ لہٰذا حکومت یا امریکی گماشتے اگر کونسل میں پھوٹ ڈلوا دیتے ہیں تو پھر ان کے لئے اپنے مقاصد کا حصول بے حد سہل ہو جائے گا۔

کونسل نے اپنے قیام کے بعد اب تک جو فیصلے کئے ہیں' ملک کے عوام نے ان کی پذیرائی کی ہے اور ان پر عمل درآمد میں کونسل کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام علماء کے درمیان فکری ہم آہنگی کو وقت کی ضرورت سمجھتے اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر کونسل کے ارکان میں سے کسی گروپ نے یک جہتی کی اس فضا کو نقصان پہنچایا تو یہ چیز عوام کے لئے بے حد صدمہ کا باعث ہوگی اور ایسا گروپ ان کے غیظ و غضب کا نشانہ بن سکتا ہے۔

ہم ملی یک جہتی کونسل کے قیام کو ایک نہایت ضروری اور بروقت فیصلہ سمجھتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک فیصلہ پر دینی جماعتوں کو قائم رکھے اور قوم و ملت کو درپیش مسائل کے حل کے لئے ان کو صحیح اقدامات کی توفیق عطا فرمائے۔

درس قرآن

ادارہ تدبر قرآن و حدیث کے زیر اہتمام درس قرآن ہر جمعہ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے بر مکان سعید احمد صاحب عقب الائیڈ بنک' 9- وحدت روڈ لاہور پر ہوتا ہے۔

تدبر قرآن

خالد مسعود

تفسیر سورہ النحل (دوسرا حصہ)

اور اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو، جب کہ تم وہ باندھ چکے ہو، پورا کرو اور قسموں کو ان کو موکد کرنے کے بعد مت توڑو (37) درآنحالیکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہرا چکے ہو۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ اور اس عورت کے مانند نہ بن جاؤ جس نے اپنا سوت خوب مضبوط کاتنے کے بعد تار تار ادھیڑ کے رکھ دیا۔ تم اپنی قسموں کو اس اندیشہ سے آپس کے فساد کا ذریعہ بناتے ہو کہ ایک امت دوسری امت سے کہیں بڑھ نہ جائے۔ اللہ اس کے ذریعہ سے تمہاری آزمائش کر رہا ہے (38) اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو اچھی طرح تم پر واضح کردے گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو ○ 92

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ گمراہ کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے باب میں ضرور تم سے پرسش ہونی ہے ○ 93

اور تم اپنی قسمو کو آپس میں فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کوئی قدم جمنے کے بعد پھسل جائے (39) اور تم اللہ کی راہ سے روکنے کی پاداش میں عذاب چکھو اور تمہارے واسطے ایک عذاب عظیم ہے ○ اور اللہ کے عہد کو متاع قلیل کے عوض نہ بیچو۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو (40) ○ 95

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جو لوگ ثابت قدم رہیں گے ہم ان کو جو کچھ وہ کرتے رہے اس کا بہترین اجر دیں گے ○ جو کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان پر ہے، تو ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے (41) اور ہم ان کو جو کچھ وہ کرتے رہے اس کا بہتر صلہ دیں گے ○ 97

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو ○ اس کا ان لوگوں پر کچھ بھی زور نہیں چلتا ہے جو ایمان لائے ہوئے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (42) ○ اس کا زور بس انہی پر چلتا ہے جو اسے دوست رکھتے ہیں اور جو اللہ کے شریک ٹھہرانے والے ہیں ○ 100

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بھیجتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ اتارتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تم تو اپنے جی سے گھڑ لینے والے ہو۔ بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ہیں ○ کہہ دو اس کو روح القدس نے تمہارے رب کی جانب سے حق کے ساتھ اتارا ہے (43) تاکہ وہ ان لوگوں کو جمائے رکھے جو ایمان لائے ہیں اور یہ ہدایت و بشارت ہو خدا کے فرمانبرداروں کے لئے ○ 102

اور ہمیں اچھی طرح علم ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو تو ایک انسان سکھاتا ہے۔ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ فصیح عربی زبان ہے (44) ○ بے شک جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ ان کو راہ یاب نہیں کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ جھوٹ تو بس وہی لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لا رہے ہیں اور یہی لوگ جھوٹے ہیں ○ 105

جو اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرے گا بجز اس کے جس پر جبر کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، لیکن جو کفر کے لئے سینہ کھول دے گا تو ان پر اللہ کا غضب اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے (45) ○ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اللہ کفر اختیار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ○ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور جن کے سمع و بصر پر اللہ نے مہر کردی اور یہی لوگ ہیں جو آخرت سے غافل ہیں ○ لازماً" یہی لوگ ہیں جو آخرت میں خائب و خاسر رہیں گے ○ 109

پھر تیرا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آزمائشوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور ثابت قدمی دکھائی تو ان باتوں کے بعد بے شک تیرا رب بڑا ہی بخشنے والا اور رحمت والا ہے (46) ○ اس دن جس دن ہر جان اپنی ہی مدافعت کرتی ہوئی حاضر ہوگی اور ہر جان کو وہی پورا پورا بدلہ ملے گا جو اس نے کیا ہوگا اور ان کے ساتھ ذرا بھی ناانصافی نہیں کی جائے گی ○ 111

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے جو بالکل امن و اطمینان کی حالت میں تھی۔ ان کو ان کا رزق فراغت کے ساتھ ہر طرف سے پہنچ رہا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کی کرتوتوں کی پاداش میں ان کو بھوک کا مزا چکھایا اور خوف کا لباس پہنا دیا (47) ○ اور ان کے پاس ایک رسول انہیں میں سے آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کردی تو ان کو عذاب نے آدبوچا اور وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے تھے ○ 113

تو اللہ نے تمہیں جو چیزیں جائز و پاکیزہ دے رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی پرستش کرتے ہو ○ اس نے تو تم پر بس مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، حرام ٹھہرایا ہے۔ پس جو کوئی مجبور ہو جائے، نہ طالب ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے ○ اور اپنی زبانوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ کی بنا پر یہ نہ کہو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ (48)_ جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگائیں گے وہ ہرگز فلاح نہیں پائیں گے ○ ان کے لئے چند روزہ عیش اور دردناک عذاب ہے۔ ○ 117

اور جو یہودی ہوئے ان پر بھی ہم نے وہی چیزیں حرام کیں جو ہم نے پہلے تم کو بتائیں اور ہم نے

ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے ○ 118

پھر تمہارا رب ان لوگوں کے لئے جو جہالت سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ اور اصلاح کرلیں تو بے شک تمہارا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے ○ 119

بے شک ابراہیم ایک الگ امت تھے' اللہ کے فرمانبردار اور اس کی طرف یکسو اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○ وہ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے (49) اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کی رہنمائی ایک سیدھی راہ کی طرف فرمائی ○ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی عطا کی اور آخرت میں بھی وہ صالحین کے زمرہ میں ہوں گے ○ پھر ہم نے تمہاری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو بالکل یکسو تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○ 122

سبت انہی لوگوں پر عائد کیا گیا تھا جنہوں نے اس کے باب میں اختلاف کیا (50)_ اور بے شک تمہارا رب ان چیزوں کے باب میں' جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں' قیامت کے روز ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا ○ 124

اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو (51) اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے بحث کرو جو پسندیدہ ہے۔ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں ○ اگر تم بدلہ لو تو بس اتنا لو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے (52) اور اگر تم صبر کرو تو یہ چیز صبر کرنے والوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے ○ اور صبر کرو اور تمہیں صبر حاصل نہیں ہو سکتا مگر اللہ ہی کے تعلق سے (53) اور تم نہ ان پر غم کرو اور نہ ان کی ان چالوں سے جو یہ چلتے رہتے ہیں پریشانی میں مبتلا ہو ○ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو خوب کار ہیں (54) ○ 128

37- یہ خطاب یہود سے ہے جو نزول آیات کے اس زمانہ میں اسلام کے باب میں غیر جانبدار نہیں رہ گئے تھے بلکہ اس دعوت کی راہ روکنے کے لئے پورے جوش و خروش سے میدان میں نکل آئے تھے۔ ان کو ملامت کی ہے کہ تم اللہ سے باندھے ہوئے عہد کے بخیے ادھیڑ رہے ہو۔ اللہ کے عہد کو متاع دنیا کے عوض نہ بیچو اور اپنی قسموں کو لوگوں کو حق سے برگشتہ کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

38- یہود کی تمام مفسدانہ سرگرمیوں کے پیچھے یہ حاسدانہ اندیشہ کارفرما تھا کہ کہیں یہ نئی قائم ہونے والی امت ان کی امت سے عدد اور قوت میں بڑھ نہ جائے۔ فرمایا کہ خدا تمہاری آزمائش کر رہا ہے کہ تم حق کے حامی بنتے ہو یا اپنے تعصبات کے جال میں پھنس کر رہ جاتے ہو۔

39- یہود کو چونکہ فی الجملہ مذہبی تقدس کی سند حاصل تھی اس وجہ سے ان کی قسمیں لوگوں کے دلوں میں اضطراب پیدا کرتیں۔ وہ دعویٰ کرتے کہ ہمارے صحیفوں میں نہ اس نئے دین کی سند موجود ہے اور نہ ہمارے نبیوں نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے۔

40- یعنی جس متاع دنیا کی محبت میں کفار حق کی مخالفت کر رہے ہیں یہ ایک دن ختم ہو جانے والی ہے۔ باقی

رہ جانے والی چیز وہ اجر ہے جو اہل ایمان کو اس دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے بدلہ میں ملنے والا ہے۔

41- اہل ایمان کی پاکیزہ زندگی دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے ہے۔ صبر اور استقامت کے امتحان میں کامیاب ہو کر ان کا ایمان قوی تر ہو جاتا ہے۔ ان کی زندگی کی پاکیزگی اور ان کی طمانیت و سکینت میں روز افزوں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پاکیزہ زندگی کا یہ وعدہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے۔

42- قرآن کی دعوت کا اصل دشمن شیطان ہے۔ جب قرآن پڑھایا سنایا جاتا ہے تو وہ اس کے خلاف وسوسہ اندازی کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ تعوذ کی یہ برکت ہے کہ اگر آدمی کو اس کا سارا حاصل ہو تو وہ شیطان اور اس کے ایجنٹوں سے شکست نہیں کھاتا۔ اس لئے حکم ہوا کہ قرآن کی تعلیم کرتے وقت شیطان سے خدا کی پناہ میں آجایا کرو۔

43- یہود کی شریعت میں یوم سبت کی پابندیاں تھیں اور کھانے پینے کی اشیاء میں حرام اور حلال کی تقسیم خاص تھی جو ملت ابراہیم میں نہیں تھی۔ قرآن نے جب یہود کی خاص پابندیوں کو ختم کر کے نئے احکام دیئے تو یہود نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ محض مفتری ہے جو خدائی شریعت کو بدل رہا ہے۔ یہاں ان کے اس رد عمل کا جواب دیا ہے۔

44- مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معانی و حقائق تک تو ان لوگوں سے پہنچنے کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی۔ ان کو اگر اپنی طلاقت لسانی پر بڑا ناز ہے تو کم از کم قرآن کی زبان ہی پر غور کرتے کہ ایک عجمی تو درکنار خود ان کے کسی شاعر یا خطیب کے بس میں بھی یہ نہیں کہ اس طرح کا کلام پیش کر سکے۔

45- یہ ان لوگوں کو تسلی ہے جو اس دور میں کفار کی ستم رانیوں کے ہدف تھے۔ فرمایا کہ جو لوگ اعدائے حق کے شکنجہ میں ہیں ان کے لئے اس بات کی تو گنجائش ہے کہ وہ دل سے ایمان پر جمے رہتے ہوئے محض زبان سے کوئی کلمہ ایسا نکال دیں جس سے ان کی جان کے اس مصیبت سے چھوٹ جانے کی توقع ہو لیکن ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس جبرو ظلم کو بہانہ بنا کر اپنا سینہ کفر ہی کے لئے کھول دیں۔

46- یعنی جن لوگوں نے ان جاں گسل مصائب کا مقابلہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کی اور ہجرت پر تیار ہوئے (مراد ہجرت حبشہ ہے) ان کی دین پر استقامت کے عوض میں اللہ ان کو اپنی رحمت سے نوازے گا۔

47- یہ اشارہ سبا کی طرف ہے۔ اہل سبا کو امن و چین کی زندگی حاصل تھی۔ سرسبز و شاداب باغوں کی قطاریں تھیں لیکن انہوں نے رب کی نعمتوں کی ناقدری کی تو اللہ کے عذاب نے ان کو آدبوچا۔ خانہ کعبہ کے مرکز کی بدولت مکہ بھی امن و امان کا شہر تھا۔ اہل مکہ کو امن و اطمینان کی زندگی حاصل تھی لیکن انہوں نے مشرکانہ بدعات کو اختیار کرلیا۔ ان کو اہل سبا کے انجام سے سبق سیکھنے کو کہا ہے۔

48- یعنی کسی شے کو حلال و حرام کرنے کا حق اللہ ہی کو حاصل ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں کہ وہ محض اپنے مزعومات کی بنیاد پر کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام قرار دینا شروع کردے۔ یہ اللہ پر جھوٹا افترا ہے اور ایسا افترا کرنے والے کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

49- یہود' نصاریٰ اور مشرکین سب اپنی اپنی بدعات کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کو بطور سند استعمال کرتے تھے۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی بریت کا اعلان کرتے ہوئے ان کی تعریف کی ہے کہ وہ ایک عظیم امت کے بانی اور حنیف و مسلم تھے۔ وہ اللہ کی نعمتوں پر اللہ ہی کے شکر گزار تھے۔ انہی خصوصیات کی بدولت اللہ نے منصب نبوت کے لئے ان کا انتخاب کیا۔

-50 یعنی سبت کی پابندی ملت ابراہمی کا کوئی جزو نہ تھی۔ یہ صرف یہود کے لئے شروع ہوا تھا اور انہوں نے بھی اس میں اختلافات پیدا کر کے اس کی حرمت برباد کی۔

-51 حکمت سے مراد دلائل و براہین ہیں اور اچھی نصیحت سے مراد مشفقانہ انداز میں تذکیر و تنبیہ ہے۔ دعوت دین میں یہی دو چیزیں اصول کار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

-52 مطلب یہ کہ اگر تم بدلہ لینا ہی چاہو تو جرم اور سزائے جرم میں عدم توازن نہیں ہونا چاہئے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی اجازت نہیں ہے۔

-53 یعنی جو شخص صبر کا مقام حاصل کرنا چاہئے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ بڑھائے۔ خدا کے ساتھ تعلق کا واسطہ اس کا ذکر ہے۔

-54 مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کی ہدایت ان خوب کاروں کو حاصل ہے تو لازماً" انجام کار کی کامیابی بھی انہی کا حصہ ہے۔ یہ حقیقت میں نصرت کا وعدہ اور بالآخر اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کی بشارت ہے۔

بقیہ معاہدہ حدیبیہ سے اعلان براءت

بھی کریں گے اور زبان درازی بھی' اور چاہیں گے کہ تم کافر ہو جاؤ۔ تمہارے رشتے ناتے اور تمہارے آل و اولاد قیامت کے دن تمہارے کچھ بھی کام آنے والے نہیں بنیں گے۔ اس دن اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

تمہارے لئے بہترین نمونہ تو ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان سے' جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو' بالکل بری ہیں۔ ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے مابین ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بیزاری آشکارا ہو گئی تاآنکہ تم اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لاؤ۔ بجز ابراہیم کی اپنے باپ سے اتنی بات کہ میں آپ کے لئے مغفرت مانگوں گا اگرچہ میں آپ کے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے رب' ہم نے تیرے اوپر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے"

(الممتحنہ 1-4)

روایات کے مطابق ان آیات کا رخ بالخصوص ایک صحابی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف ہے جنہوں نے مکہ پر حملہ کے پروگرام کی خبر قریش کو پہنچانے کی کوشش کی۔ یہ چیز ثابت کرتی ہے کہ مشرکین کے معاہدوں سے اعلان براءت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی تلقین کی گئی کہ اب وہ بھی مشرکین سے دلی بیزاری اور براءت کا اظہار کریں۔ لہٰذا ان تمام آیات کا زمانہ نزول فتح مکہ سے قبل غالباً" 8 ہجری کا نصف اول ہے' 9 ہجری ہرگز نہیں۔

تدبر حدیث

امین احسن اصلاحی

علم کی حفاظت

(صحیح بخاری کی کتاب العلم کی روایات)

باب 81- کتابتہ العلم

علم کی تحریر

-111 حد ثنا محمد بن سلام قال انا وقیع عن سفیان عن مطرف عن الشعبی عن ابی جحیفہ قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ ھل عند کم کتاب قال لا الا کتاب اللہ اوفھم اعطیہ رجل مسلم او مافی ھذہ الصحیفہ قال قلت وما فی ھذہ الصحیفتہ قال العقل و فکاک الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر

ترجمہ :- ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی تحریر ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ صرف اللہ کی کتاب ہے یا وہ فہم جو اللہ کسی مرد مسلم کو عطا فرمائے یا جو کچھ اس کاغذ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس کاغذ میں کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ دیت کے احکام' قیدی کو چھوڑنے کی ہدایت اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

وضاحت :- باب کے عنوان میں "العلم" سے مراد حقیقی علم ہے یعنی قرآن و حدیث کا علم جو پیغمبرؐ سے ماثور ہے یا اللہ تعالٰی کی وحی کی صورت میں ہے۔

صحیفہ سے مراد شیعہ حضرات وہ تحریر لیتے ہیں جس میں ان کے بقول حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت کی گئی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ اس کی تحریر میں صرف تین چیزوں کے متعلق ہی بتاتے ہیں جو آگے آرہی ہیں۔ اگر خلافت کی بات بھی لکھی ہوتی تو ضرور اس کا تذکرہ بھی کر دیتے۔

اس صحیفہ میں صرف تین مسئلے قلمبند کرلئے گئے تھے۔ ایک مقتول کی دیت کا حکم کہ وہ کب اور کس شکل میں ادا کی جائے گی' دوسرے قیدی کو چھوڑنے کی ہدایت کیونکہ قیدی کا فدیہ دے کر اس کو چھڑانے کی کوشش کرنا بڑے ثواب کا کام ہے' تیسری بات یہ کہ مسلمان اگر کافر کو قتل کردے تو مقتول کے بدلے میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

پہلی دونوں باتیں تو قرآن میں بھی بیان ہوئی ہیں لیکن تیسری بات ایک اختلافی مسئلہ ہے اور اس سادہ شکل میں دین کے نظام کے خلاف ہے۔ اہل ذمہ' اہل عہد' اہل صلح ان سب کی ذمہ داری اسی طرح ہے جس طرح کہ مسلمان کی جان کی ذمہ داری۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ اگر مسلمان کسی اہل ذمہ یا اہل صلح کو قتل کردے اور وہ اس کے بدلے میں قتل نہ ہو تو ان کی جان کی ذمہ داری کیسے پوری ہوگی؟ جہاں تک مشرکین مکہ کا تعلق ہے ان کا معاملہ قدرے مختلف تھا۔ فتح مکہ کے بعد ان کے لئے صرف دو شکلیں باقی رہ گئی تھیں' یا ایمان لے آئیں یا تلوار سے ان کا سر قلم ہو۔ ان کے لئے کوئی تیسری شکل نہیں تھی اور اس کے وجوہ معقول تھے۔ ان کے متعلق اگر یہ بات کہی گئی ہو تو اس کا ایک محل ہے۔ باقی عام طور پر یہ بات صحیح نہیں۔ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے اور بین الاقوامی قانون کی زد میں آتی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے آپ کسی قوم کے ساتھ مساویانہ بنیاد پر کوئی معاہدہ نہیں کرسکتے' اس لئے کہ جب شریعت کا حکم یہ ہو کہ آپ ان کی جان کی حفاظت نہیں کریں گے تو وہ ایسا کیوں کریں گے۔ خلفائے راشدین نے اہل ذمہ اور اہل صلح کے بارے میں ایسی کوئی پالیسی نہیں بنائی جیسی اس روایت سے ظاہر ہوتی ہے۔

112- حد ثنا ابو نعیم الفضل بن دکین قال ثنا شیبان عن یحیی عن ابی سلمته عن ابی هریرة ان خزاعته قتلوا رجلا من بني لیث عام فتح مکته بقتیل منهم قتلوه فاخبر بذ الک النبی صلی اللہ علیه وسلم فرکب راحلته' فخطب فقال ان اللہ حبس عن مکته القتل الفیل قال محمد واجعلوه علی الشک کذ ا قال ابو نعیم القتل او الفیل وغیره یقول الفیل اوسلط علیهم رسول اللہ و المؤمنون الا و انها لم تحل لا حد قبلی ولا تحل لا حد بعدالا وانها حلت لی ساعته من نهار الا و انها ساعتی هذ ه حرام لا یختلی شوکها ولا یعضد شجرها ولا تلتقط ساقطتها الا لمنشد فمن قتل فهو بخیر النظرین اما ان یعقل و اما ان یقاد اهل القتیل فجاء رجل من اهل الیمن فقال اکتب لی یارسول اللہ فقال اکتبوا لا بی فلان فقال رجل من قریش الا الاذ خر یا رسول اللہ فانا نجعله فی بیوتنا و قبورنا فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم الا الاذ خر الا الاذ خر۔

ترجمہ :- حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ خزاعہ قبیلہ والوں نے بنی لیث کے آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے میں جس کو انہوں نے قتل کیا تھا قتل کر دیا۔ اس واقعے کی اطلاع نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ آپؐ اپنے ناقہ پر سوار ہوئے' پھر آپؐ نے خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مکہ سے قتل کو یا ہاتھیوں کو روک دیا (امام بخاری نے ہدایت کی کہ اس جملے کو اسی طرح شک ہی کے ساتھ رکھو۔ ابو نعیم نے یوں ہی کہا کہ قتل سے یا فیل سے روکا جب کہ دوسرے راویوں نے صرف فیل ہی کہا) اور مسلط کر دیا رسول اللہ کو اور مؤمنین کو۔ سن لو کہ مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے۔ اور سن لو کہ میرے لئے بھی وہ صرف دن کے کچھ حصہ میں حلال ہوا۔ سن لو یہ گھڑی بھی محترم ہے۔ مکہ سے اس کی جھاڑیاں کاٹی جائیں گی نہ اس کے درخت تراشے جائیں گے۔ اس میں گری پڑی کوئی چیز نہیں اٹھائی جائے گی۔ مگر اس کا اعلان کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے۔ جو اس میں قتل ہوگیا تو دو شکلوں میں سے ایک کا اس کو اختیار ہے۔ یا تو اس کو دیت دے دی جائے گی یا مقتول کے ورثاء کو اس کا قصاص دیا جائے گا۔ اتنے میں اہل یمن میں سے ایک شخص آیا اور کہا حضور میرے لئے اس کو لکھ دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابو فلاں کو یہ لکھ کر دے دو۔ قریش میں سے ایک شخص نے کہا حضور اذخر کو مستثنٰی کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اذخر کے سوا' اذخر کے سوا۔

وضاحت :- روایت میں بہت سا مضمون حذف ہے۔ ظاہر ہے قتل کی خبر سن کر آپ تشریف لے گئے تو آپؐ نے معاملہ کی تحقیقات کی ہوگی' معاملہ کا تصفیہ کیا ہوگا اور فیصلہ صادر کرنے کے بعد فریقین کے سامنے نصیحت کے طور پر خطبہ دیا ہوگا۔ راویوں نے یہ تمام تفصیلات چھوڑ دی ہیں۔

قتل اور فیل کے الفاظ کا فرق سماعت سے واقع ہونا بعید از قیاس ہے۔ یہ فرق نسخہ سے روایت کرنے کے باعث پیدا ہوا ہوگا۔ مناولہ کے اصول پر حدیث کی اجازت کے طور پر نسخہ دے دیا جاتا ہے۔ اس میں کتابت کی غلطیاں بھی رہ جاتی ہیں جو بعد میں روایت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ قتل اور فیل میں صرف نقطوں کا فرق ہے لہٰذا امام صاحب کے شیخ ابو نعیم نے اپنا شک ظاہر کیا جس کی وضاحت امام صاحب نے روایت کے بیچ ہی میں کر دی ہے۔ قتل کے لفظ سے عبارت کمزور رہ جاتی ہے لہٰذا یہاں الفیل ہی زیادہ مناسب ہے اور اس سے اشارہ اصحاب الفیل کے واقعہ کی طرف مقصود ہے۔ یعنی ہاتھی والوں نے مکہ پر حملہ کیا تو اس کو اللہ تعالٰی نے روک دیا۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے اپنے حملہ کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول اور اس کے ہم رکاب اہل ایمان کو خانہ کعبہ پر قابض مشرکین پر غلبہ عطا کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے ایک دو گھڑی کے لئے مکہ کی حرمت اٹھالی اور قبضہ کے بعد پھر یہ حرمت لوٹا دی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ امن کا شہر ہے۔ حدود حرم میں درختوں کا کاٹنا جائز ہے نہ گری پڑی چیزوں کا اٹھانا۔ گری پڑی چیز کے متعلق دوسری روایت میں وضاحت ہے کہ اٹھانے والا اس کو ایک مدت معینہ تک پہچنوائے پھر بھی اس کا طالب نہ آئے تو وہ اس

کو استعمال کر سکتا ہے۔

اصل روایت میں یہ آیا ہے کہ جونہی آنحضرتؐ نے درخت کاٹنے کی وضاحت فرمائی حضرت عباس نے اسی وقت درخواست کی کہ حضور اذخر کو مستثنیٰ کردیں تو آپ نے ان کے توجہ دلانے پر اذخر کو مستثنیٰ کر دیا۔ اس روایت میں یہ بات بالکل الگ کر کے آخر میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت اذخر کو مستثنیٰ نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن لوگوں کے کہنے پر کردیا۔ اگر یہ بات ساتھ ہی ہوتی تو شبہ نہ ہوتا۔ پھر اس میں حضرت عباسؓ کو رجل من قریش کہا ہے۔ حالانکہ حضرت عباسؓ قریش کے عام آدمی نہیں بلکہ رجل من الرجال ہیں۔ وہ بہت عالی مقام ہیں۔ عالم تھے اور ایک منفرد شخصیت تھے۔

113- حدثنا علی بن عبد اللہ قال ثنا سفیان قال ثنا عمر و قال اخبرنی وھب بن منبہ عن اخیہ قال سمعت ابا ھریرہ یقول ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمر و فانہ کان یکتب ولا اکتب تابعہ معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ

ترجمہ :- حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی روایتیں مجھ سے زیادہ نہیں بجز عبداللہ بن عمرو کے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ معمر نے اس روایت کی متابعت کی ہے۔

وضاحت :- اگرچہ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایات میری روایات سے زیادہ ہیں لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایات تین چار گنا زیادہ ہیں اور تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایات زیادہ ہیں کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے تو اس کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے؟

114- حدثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شھاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا و کثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیئہ کل الرزیئہ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین کتابہ۔

ترجمہ :- ابن شہاب روایت کرتے ہیں عبید اللہ بن عبداللہ سے اور وہ ابن عباس سے۔ انہوں نے کہا

کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں تمہارے لئے ایک دستاویز لکھ دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد اختلاف رائے ہو گیا اور بہت تو تو میں میں شروع ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرے پاس جھگڑا جائز نہیں۔ تو ابن عباس یہ فرماتے ہوئے نکلے کہ قیامت ہو گئی وہ چیز جو اللہ کے رسول اور ان کی تحریر کے مابین حائل ہو گئی۔

وضاحت :- اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس تکلیف کا ذکر ہے وہ وہ بیماری ہے جس میں آپ کا بالآخر انتقال ہوا۔ روایت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس آنحضرتؐ کی بیماری کے اس مرحلہ کے وقت وہاں موجود تھے لیکن دوسری روایات کے مطابق وہ وہاں موجود نہ تھے۔ روایت کے الفاظ کے مطابق لوگوں کے شور کے بعد وہ مجلس سے اٹھ گئے۔ حالانکہ اگر ان کے سامنے یہ واقعہ پیش آتا تو وہ یہ بیان دیتے کہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ برسوں گزرنے کے بعد وہ یوں بیان نہ کرتے کہ بڑی مصیبت یہ ہو گئی کہ جو کچھ حضور لکھوانا چاہتے تھے وہ لکھوا نہ سکے۔ یہ تو اپنا تاثر ظاہر کرنے کا انداز ہے کہ قیامت ہو گئی کہ وہ تحریر نہ لکھی جاسکی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانے والے تھے؟ شیعہ حضرات اور ہمارے علماء دونوں فریقوں نے اپنی مرضی کی قیاس آرائیاں کی ہیں۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی خلافت کی وصیت لکھوانی تھی اور ہمارے علماء کہتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں لکھنا تھا' لیکن حضرت عمرؓ کے طرز عمل کے باعث کچھ لکھنے کی نوبت ہی نہ آسکی۔ اس روایت میں مزید ستم یہ ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کے روز کا ہے اور پیر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ ان چار دنوں کے وقفے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کچھ لکھوانے کا کبھی عندیہ نہیں دیا حالانکہ اگر یہ کوئی ضروری کام تھا تو آپؐ لوگوں کو باہر جانے کا حکم دے کر بھی یہ کام کروا سکتے تھے۔ میرے نزدیک اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن شہاب نے شیعوں کا مقدمہ قائم کرنے کے لئے گھڑی ہے۔ حالانکہ اس سے ان کا مقدمہ قائم نہیں ہوتا کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا چیز تحریر کروانا چاہتے تھے اور پھر چار روز تک آپؐ نے اس اہم معاملہ کے بارے میں کیوں کچھ نہ فرمایا۔

باب 82- العلم و العظته باللیل
رات کے وقت تعلیم اور وعظ

115- حد ثنا صد قته قال اخبرنا ابن عیینته عن معمر عن الزهری عن هند عن ام سلمته و عمر و یحیی بن سعید عن الزهری عن امراۃ عن ام سلمته قالت ایقظ النبی صلی اللہ علیه وسلم ذات لیلته فقال سبحان اللہ ماذا انزل اللیلته من الفتن و ماذا فتح من الخزائن ایقظوا صواحب الحجر فرب کاسیته فی الدنیا عاریته فی الاخرۃ

ترجمہ :- زہری روایت کرتے ہیں ھند سے اور وہ روایت کرتی ہیں ام سلمہؓ سے۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ اس شب میں نہ جانے کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں اور نہ جانے کتنے خزانوں کے دروازے کھولے گئے ہیں۔ ان حجروں والیوں کو جگاؤ کیونکہ قیامت کے دن کتنی ہی لباس پہننے والیاں عریاں ہو جائیں گی۔

وضاحت :- خیر اور شر اوپر ہی سے نازل ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے زیادہ بیدار اور کون سی روح ہو سکتی ہے جو اندازہ کر سکے کہ کیا کیا فتنے نازل ہوئے اور کیا کیا برکتیں نازل ہو رہی ہیں۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیداری اور جذبہ کی صفت کی طرف اشارہ ہے جو آپؐ میں خصوصیت کے ساتھ تھی۔ آپؐ نے اس پر اپنے تاثر کا اظہار فرمایا۔ اس قسم کا تاثر ہر عاقل اور حکیم اور سوچنے والے ایسے ہر آدمی کا کسی نہ کسی وقت ہوتا ہے جس کی زندگی میں روحانیت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار۔ روایت میں بیان کردہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاثر اسی طرح کا ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے تو یہ وقت تہجد کی نماز کا وقت ہوگا۔ یہ وقت رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور استغفار کرنے کا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام فتنوں سے محفوظ رکھے اور جو برکتیں اس کی طرف سے نازل ہوں ان سے بہرہ مند کرے۔ اب یہ ہماری اور آپ کی قسمت ہے کہ غفلت میں رات گزار کر کے نہ جانے کتنے فتنوں کو پھیل جانے کا موقع دیں جن کی لپیٹ میں ہم خود بھی آجائیں یا بیدار ہو کر نہ جانے کتنے خزانوں میں سے اپنا حصہ بنا سکیں۔

اس موقع پر آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ حجروں والیوں کو جگاؤ۔ یہ اشارہ امہات المومنین کی طرف تھا اور یہ بات ضروری بھی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ جتنے بھی صاحب توفیق ہیں وہ خود جاگیں اور ہر

ایک اپنے اہل و عیال کو جگائے کیونکہ سب سے زیادہ حق ہر آدمی کے اوپر اس کے اپنے اہل و عیال کا ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو جگاؤ اور بتاؤ کہ ایک دن آنے والا ہے جب دنیا میں زیب و زینت والی خواتین اس دن عریاں ہوں گی کیونکہ ان کے نیک اعمال کا خانہ خالی ہوگا۔ خدا کے آسمانی خزانوں میں سے انہوں نے کوئی برکت حاصل نہ کی ہوگی۔ اس دن کی عریانی سے بچنے کے لئے ابھی فکر کرنی چاہئے۔

اس طرح کا تفکر اور جذبہ ہر مسلمان کے اندر پیدا ہونا چاہئے۔ جس شخص کے اندر یہ نہ پیدا ہو وہ سمجھ لے کہ اس کی روح مردہ ہے' چاہے اس کی عقل زندہ اور بیدار ہو۔ یہ روایت بڑی ہی بابرکت ہے۔

باب 83- باب السمر بالعلم
رات کو علم کی باتیں کرنا

116- حد ثنا سعید بن عفیر قال حد ثنی اللیث قال حد ثنی عبد الرحمن بن خالد بن مسافر عن ابن شهاب عن سالم و ابی بکر بن سلیمان بن ابی حثمه ان عبد اللہ بن عمر قال صلی لنا النبی صلی اللہ علیه وسلم العشاء فی اخر حیاته فلما سلم قام فقال ارئیتکم لیلتکم هذه فان راس ماته سنته منها لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض احد

ترجمہ :- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو اٹھے اور کہا کہ لوگو' اپنی اس رات کا خیال کرو۔ یاد رکھو کہ ایک سو سال کے بعد ان لوگوں میں سے جو آج روئے زمین پر ہیں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

وضاحت :- یہ روایت بھی پچھلی روایت کے زمرے کی چیز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ روح جب بیدار ہو تو یہ ممکن نہیں کہ آدمی کے اندر یہ سوالات پیدا نہ ہوں۔ صرف غبی روح اس طرح کی باتیں نہیں سوچتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم کو خیال کرنا چاہئے کہ سو سال کے بعد ہم میں سے کوئی بھی دنیا میں نہ رہے گا۔ نئی دنیا پیدا ہو جائے گی۔ میں غور کرتا ہوں کہ میرے ہم عصروں کا دور تقریباً" ختم ہو گیا ہے۔ اس دنیا کے تماشا نے اپنے اندر ہم کو اس قدر جذب کر رکھا ہے کہ ہم صرف اس کے ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ اس کے پیچھے جو مخفی ہے وہ ہم کو نظر نہیں آتا۔ انسان بچے' بوڑھے' جوان' طاقتور' کمزور' سبھی کو مرتے دیکھتا ہے لیکن اس کو خود اپنی موت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم

لوگ دنیا کی رنگینیوں میں گم رہتے ہیں اور زندگی کی ناپائداری پر غور نہیں کرتے۔ قرآن مجید نے' آسمانی صحیفوں نے' حکماء نے' عارفین نے غرض سب نے اصل حقیقت کو واضح کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ پڑھیئے تو تھوڑی دیر کے لئے طبیعت متاثر ہوتی ہے لیکن یہ تاثر زیادہ دیر قائم نہیں رہتا۔ لیکن روح کی زندگی کے لئے اس تاثر کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ دن کی پانچ نمازوں میں یہ حقیقت یاد ہونی چاہئے۔ اگر چھ نمازوں میں یاد رکھی جائے تو کیا کہنے۔ میرے نزدیک اس روایت میں بھی اسی طرح کی بیداری کی تعلیم ہے جیسی کہ پچھلی روایت میں تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ جاگتے رہو' موت کو یاد رکھو' ہوشیار رہو' غافل نہ ہو جاؤ۔ آپ' کی روز مرہ زندگی میں اس طرح کے واقعات ہوتے رہتے تھے اور آپ' اپنے احساسات کو اپنے صحابہ پر ظاہر کرتے رہتے تھے۔

117- حد ثنا ادم قال ثنا شعبنه قال ثنا الحکم قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس قال بت فی بیت خالتی میمونه بنت الحارث زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وکان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عندها فی لیلتها فصلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم العشاء ثم جاء الی منزله فصلی اربع رکعات ثم نام ثم قام ثم قال نام الغلیم اوکلمنه تشبهها ثم قام فقمت عن یساره فجعلنی عن یمینه فصلی خمس رکعات ثم صلی رکعتین ثم نام حتی سمعت غطیطه او خطیطه ثم خرج الی الصلوة

ترجمہ :- ابن عباس سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ بنت حارث زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سویا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اس رات انہی کے گھر میں تھا۔ آپ' نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر آئے۔ آپ' نے چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے۔ پھر اٹھے۔ پھر کہا کہ منا سو گیا ہے یا اسی طرح کا کوئی جملہ بولا۔ پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو میں آپ' کے بائیں کھڑا ہو گیا۔ آپ' نے مجھے داہنے کر لیا۔ آپ' نے پانچ رکعت نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ سو گئے یہاں تک کہ آپ کی خرخراہٹ کی آواز میں نے سنی۔ پھر آپ فجر کی نماز کے لئے نکلے۔

وضاحت :- اس روایت میں کئی مشکلیں ہیں۔ ایک مشکل تو باب سے متعلق ہے۔ سمر کے معنی ہیں رات کی گپ شپ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے تو گپ شپ کہنا بد تمیزی ہوگا۔ رات کو سونے سے پہلے آدمی جو بات چیت اپنے بیوی بچوں سے کرتا ہے' سمر سے امام صاحب نے اس کو مراد لیا ہے۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ باب اور روایت میں مطابقت نہیں ہے۔ ابن عباسؓ نے اس روایت میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کا معمول بیان کیا ہے۔ اس میں گھر والوں سے بات چیت بیان نہیں ہوئی۔ اگر کہا جائے کہ آنحضرتؐ نے نام الغلیم کا فقرہ تو کہا تو میرے نزدیک یہ سمر کی شرط پوری نہیں کرتا۔ یہ خبر بھی نہیں اور سوال بھی نہیں۔ اس کی نوعیت یہ ہے کہ ابن عباسؓ اپنی خالہ کے گھر حضورؐ کی نماز تہجد کی کیفیت دیکھنے کے لئے آکر سوئے۔ حضورؐ جب تہجد کے لئے اٹھے ہوں گے تو بچہ کو جگانے میں تکدر محسوس کیا۔ چونکہ بچہ اسی لئے آیا تھا کہ آپ' کی رات کی نماز دیکھے تو آپ' نے اتنا کہہ دیا کہ منا سو گیا ہے۔ آپ' کا مقصد یہ ہوگا کہ اگر جاگ رہا ہے تو متنبہ ہو جائے اور اگر سو گیا ہے تو اس کی خالہ اس کو متنبہ کر دے۔ بس یہی ایک فقرہ ہے اس کو سمر تو نہیں کہہ سکتے۔

یہی روایت دوسری جگہ بخاری میں ہے۔ اس میں یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ کر آئے تو کچھ دیر آپ نے اپنے اہل و عیال سے بات چیت کی۔ ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ اس روایت کو اس باب میں لانا چاہتے ہوں گے۔ لیکن سہو کے باعث دوسری روایت لے آئے جس میں گھر والوں سے بات چیت مذکور نہیں۔ اگر یہ سہو ہے تو خواہ مخواہ ترجمہ باب اور روایت میں معنے ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ گھر آئے تو چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ چار رکعت عشاء کے بعد سنتوں سے متعلق ہیں۔ یہ تہجد کی نہیں ہو سکتیں کیونکہ تہجد کے لئے ضروری ہے کہ سونے کے بعد رات کے پچھلے حصے میں اٹھ کر یہ نماز پڑھی جائے۔ پھر آپ' سو گئے۔ پھر اٹھے پھر پانچ رکعت نماز پڑھی۔ ابن عباس یہ نہیں بتاتے کہ آپ' نے دو رکعت الگ اور تین رکعت الگ پڑھیں یا ایک ہی نیت سے پانچ رکعتیں پڑھیں۔ قرینہ دونوں باتوں کا ہے۔ تہجد کی نماز کی رکعتیں بعض روایتوں میں سات' تو گیارہ بھی بیان ہوئی ہیں۔ اس دن معلوم ہوتا ہے کہ آپ' نے پانچ رکعت ہی پڑھیں۔ آپ نے پہلے دو رکعت پڑھیں پھر دوسری دو کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر کر لیا۔

تہجد کی نماز کی رکعتوں کی تعداد مخصوص نہیں کی گئی۔ یہ حالات اور وقت پر منحصر ہے۔ اگر حالات صحیح ہوں اور وقت میسر ہو تو زیادہ رکعات پڑھ لی جائیں ورنہ کم بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ اس میں قرات کی مقدار کو بھی دخل ہے۔ اگر قرات لمبی سورتوں کی ہو تو وقت زیادہ لگ جائے گا اور رکعتوں کی تعداد کم ہوگی۔ پھر قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم بھی ہے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات جیسے ہوتے ویسے ہی آپ' عمل کرتے۔ بہر حال آپ' اہتمام کے ساتھ اٹھتے اور تہجد پڑھتے رہے ہیں۔ یہ ہماری عیاشی ہے کہ ہم نے وتر تہجد سے نکال کر عشاء میں شامل کر لئے حالانکہ وتر تہجد کا حصہ ہیں۔ وتر کی اصل مقدار تین رکعت ہے۔ آپ تہجد کے وقت پڑھیں گے تو وتر کی تین رکعت بھی

آپ کی تہجد ہے۔ لیکن ایک رکعت کوئی نماز نہیں۔ روایتوں میں تو اوتر بواحدہ آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پھر آپؐ نے ایک رکعت اور پڑھ کر اس کو طاق کر لیا یعنی پہلے کچھ پڑھی ہوئی تھی جس میں ایک شامل کر کے طاق کر لیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو گئے۔ یہ دو رکعت نماز فجر کی سنتیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کو آپؐ جب طاق کر چکے تو پھر ان رکعتوں کا تہجد کے ساتھ جوڑ نہیں ملتا۔ جن لوگوں نے ان کو پانچ رکعت کے ساتھ جوڑا ہے وہ یہ بھول گئے کہ آنحضرت اپنی نماز کو طاق کر چکے۔ طاق کرنے کے بعد تہجد کی نماز ختم ہو چکی۔ میرے نزدیک اور دوسرے محققین کے نزدیک بھی یہ دو رکعت فجر کی سنتیں ہیں اور فجر اور قیام لیل دو الگ چیزیں ہیں۔ روایت میں غطیط یا خطیط صرف نسخوں سے نقل کی وجہ سے ہے۔ عربی دان کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ غطیط کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ روایت کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد اور نماز فجر کے درمیان ذرا سا سونے کے بعد وضو نہیں کیا اور نماز کے لئے نکل گئے۔ معلوم ہوا کہ اگر اس طریقے سے آدمی بیٹھے یا لیٹے کہ ذرا سا اونگھ لے یا ذرا آنکھ لگ جائے تو یہ نیند ناقض وضو نہیں۔ اب یا تو یہ بات آنحضرتؐ کے لئے خاص مانیں یا امت کے لئے عام مانیں۔ چونکہ آپؐ کا عمل امت کے لئے نمونہ ہے اس لئے میرے نزدیک اس طرح کی اونگھ یا جھپکی ناقض وضو نہیں۔ اگر آپ بار بار وضو کریں گے تو گناہ گار ہوں گے کیونکہ روایات میں ہے کہ جو وہم یا شک کی بنا پر وضو کرتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔

باب 84- حفظ العلم
علم کو یاد رکھنا

118- حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنی مالک عن ابن شہاب عن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال ان الناس یقولون اکثر ابو ہریرۃ ولو لا ایتان فی کتاب اللہ ما حدثت حدیثا ثم یتلوا ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات و الھدی الی قولہ الرحیم ان اخواننا من المھاجرین کان یشغلھم الصفق بالا سواق وان اخواننا من الانصار کان یشغلھم العلم فی اموالھم و ان ابا ہریرۃ کان یلزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشبع بطنہ و یحضر مالا یحضرون و یحفظ مالا یحفظون

ترجمہ :- ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ زیادہ روایتیں کرتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر دو آیتیں اللہ کی کتاب میں نہ ہوتیں تو میں ایک روایت بھی نہ کرتا۔ پھر

انہوں نے ان آیات کی تلاوت کی۔ "بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ہماری اتاری ہوئی کھلی کھلی نشانیوں اور ہماری ہدایت کو' بعد اس کے کہ ہم نے وہ کتاب میں کھول کر لوگوں کے لئے بیان کر دی تھیں تو وہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور جن پر لعنت کرنے والے لعنت کریں گے۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور واضح طور پر بیان کر دیا تو ان کی توبہ میں قبول کروں گا۔ میں بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں" (بقرہ 159 - 160) مہاجر بھائی اپنے تجارتی کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور انصاری بھائی اپنی زمینداریوں میں مصروف رہتے تھے۔ رہ گیا ابو ہریرہ تو وہ صرف پیٹ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹا رہتا تھا اور ان مجلسوں میں شریک ہوتا جن میں یہ حضرات شریک نہیں ہوتے تھے اور وہ باتیں یاد رکھتا تھا جو یہ لوگ یاد نہیں رکھتے تھے۔

وضاحت :- حضرت ابو ہریرہؓ کی دلیل مضبوط ہے۔ ایک طالب علم جس نے اپنا سارا وقت علم سیکھنے کے لئے وقف کیا ہو کاروباری لوگوں سے کہیں زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ میں حدیث کی روایت زیادہ کرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنا جو رویہ بیان کیا ہے وہ بھی قابل فہم ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ کو ان کی غربت کا یہ فیض تو پہنچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھانے کا بہت موقع ملا۔ چنانچہ دوسرے صحابہ جن مجلسوں میں شریک نہیں ہو پاتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ ان میں بھی شامل ہوتے اور جو کچھ دیکھتے اور سنتے اس کی روایت دوسروں کے سامنے کرنا اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے۔

119- حدثنا ابو مصعب احمد بن ابی بکر قال حدثنا محمد بن ابراہیم بن دینار عن ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قلت یا رسول اللہ انی اسمع منک حدیثا کثیرا انساہ قال ابسط ردائک فبسطتہ فغرف بیدہ ثم قال ضم فضممتہ فمانسیت شیئا بعد حدثنا ابراہیم ابن المنذر قال حدثنا ابن ابی فدیک بھذا وقال فغرف بیدہ فیہ

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے اپنی چادر پھیلا دی۔ آپؐ نے ایک لپ اس میں ڈال دیا اور کہا کہ اس کو اپنے ساتھ لگا لو۔ میں نے چادر اپنے ساتھ لگا لی۔ اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔

وضاحت :- اصل چیز تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ باقی رہ گیا اس کے لئے کوئی عمل تو یہ ایک نفسیاتی چیز ہے۔ آپ چادر پھیلاتے ہیں اور آنحضرتؐ ایک چیز اس میں ڈالتے ہیں۔ آپ اس کو سینے سے لگاتے ہیں تو اس عمل کا نفسیاتی طور پر اثر پڑتا ہے۔ یہ اسی طرح کا عمل ہے جیسا حضرت موسیٰ علیہ

السلام کو کرنے کا حکم ہوا کہ واضمم یدک الی جناحک (اپنا ہاتھ اپنی بغل میں سکیڑ لو) ایسا کرنے پر ہاتھ روشن ہو جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام' رکوع' سجدہ و قعدہ وغیرہ بتا کر اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا طریقہ بتا دیا ہے۔ وہ کیفیت جو سجدہ میں تسبیح پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے خالی تسبیح پڑھنے سے پیدا نہیں ہوتی۔ ان تمام چیزوں کا نفسیاتی طور پر اثر پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ علم اس کے سامنے موثر شکل میں آجاتا ہے۔ میں اس کی تاثیر کا قائل ہوں۔ فرض کریں آپ بچے کی شفا کی دعا کرنا چاہتے ہیں۔ "اللھم ارزقہ شفاء" ویسے بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن اگر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں تو زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔ خالی فلسفے سے ہر جگہ کام نہیں چلتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے معاملے میں بھی یہی کیا۔

120- حد ثنا اسماعیل قال حد ثنی اخی عن ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احد ھما فبثثتہ و اما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم قال ابو عبداللہ البلعوم مجری الطعام۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو مٹکے فراہم کئے۔ ایک مٹکے میں جو کچھ تھا وہ میں نے پھیلا دیا۔ دوسرے کو اگر پھیلا دوں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ بلعوم کھانے کی نالی کو کہتے ہیں۔

وضاحت:- روایت کا سیدھا سادھا مفہوم یہ ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سیکھا اس میں سے ایک علم تو وہ ہے جو میں اعلانیہ بیان کرتا ہوں لیکن دوسرا علم ایسا ہے کہ اس کو بیان کرنا جان جوکھم کا کام ہے۔ میں اس کو بیان کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔

یہ وہ روایت ہے جس کی بنا پر لوگ بنو امیہ کو مطعون کرتے ہیں کہ دوسرے مٹکے کی باتیں ان کے ظلم و ستم سے متعلق تھیں۔ یہ خواہ مخواہ کا الزام ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آدمی اگر حقیقت کو ٹھیک ٹھیک بیان کردے تو لوگ اس کو مجذوب' پاگل یا دیوانہ سمجھیں گے۔ دین کے جو حقائق ہیں انہیں آج کہئے تو کفر کا فتویٰ تو نقد نقد ہے۔ کسی مسجد کے امام ہوں گے تو نکالے جائیں گے۔ کسی مدرسے کے مدرس ہوں گے تو وہاں سے بھی چھٹی کرادی جائے گی اور اگر زمانہ برا ہو جیسا کہ آج کل کا ہے تو جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ اپنے زمانے میں حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ کہا کہ جو باتیں سننے سمجھنے کی ہوتی ہیں وہ میں نے بیان کر دیں۔ باقی رہ گیا علم کا دوسرا مٹکا تو کہہ دیا کہ اگر میں اس کو پھیلا دوں تو میری گردن مار دی جائے گی۔

باب 85- الانصات للعلماء
عالموں کی بات سننے کے لئے خاموش رہنا

121- حد ثنا حجاج قال ثنا شعبتہ قال اخبرنی علی ابن مدرک عن ابی زرعتہ عن جریر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ فی حجتہ الوداع استنت الناس فقال لا ترجعوا بعد کفارا" یضرب بعضکم رقاب بعض

ترجمہ:- جریر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر جو خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر فرمایا کہ لوگو میرے بعد کافر نہ بن جائیو کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

وضاحت:- حجتہ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو نصیحتیں کیں ان میں یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جائیو کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ مسلمانوں کا دوسرے مسلمانوں کو قتل کرنا کفر ہے لہٰذا اس کفر کا مرتکب نہ ہونا۔ آج ہم اسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ لوگ یہ کام نیکی سمجھ کر کر رہے ہیں۔ ان کو لیڈروں نے یہی بتایا ہے کہ اپنی قوم' فرقے اور زبان کے لئے لڑنا مرنا ہی جہاد ہے۔ چنانچہ مسلمان کا خون مسلمان کے ہاتھوں بہہ رہا ہے۔ حجتہ الوداع کا خطبہ کتنا اہم خطبہ ہے اس میں اسلام کا سب سے زیادہ جامع تصور دیا گیا ہے۔ لیکن کسی روایت میں ایک ٹکڑا دیا گیا ہے کسی میں دوسرا اور کسی میں تیسرا۔ راوی حضرات اپنے ذوق کے مطابق بعض چیزیں لے لیتے ہیں اور بعض چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی معاملہ اس روایت کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ اس وجہ سے حدیث کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حدیث کے تمام طریقوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس میں قوی اور ضعیف کی پروا بھی نہیں کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی ضعیف روایت میں وہ چیزیں موجود ہوں جو روایت کے مفہوم کو ٹھیک کردیتی ہوں۔ عاقل کو چاہئے کہ دیکھے کہ اگر ضعیف روایت سے مفہوم میں صحت پیدا ہوتی ہے تو دونوں کو جمع کرلے۔

جرائم کے ارتکاب پر حدود کا نفاذ

(موطا امام مالک کی کتاب الحدود کی روایات)

الحد فی القذف و النفی و التعرض

تہمت لگانے، باپ کا بیٹا ہونے کی نفی کرنے اور ایسا جملہ بولنے جس سے تہمت کا مفہوم پیدا ہوتا ہو، پر کیا حد جاری ہوگی۔

حدثنی مالک عن ابی الزنادانه قال: جلد عمر بن عبدالعزیز عبدا" فی فریته ثمانین۔ قال ابو الزناد فسألت عبدالله بن عامر بن ربیعه عن ذالک، فقال ادرکت عمر بن الخطاب، و عثمان بن عفان، والخلفاء هلم جرا، فما رایت احدا جلد عبدا فی فریته اکثر من اربعین

ترجمہ:- حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک غلام کو تہمت لگانے پر اسی کوڑے مارے۔ ابو الزناد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ اور سب خلفاء کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے غلام کو تہمت لگانے کے جرم میں چالیس کوڑے سے زیادہ مارے ہوں۔

وضاحت:- قذف صرف اسی شکل میں ہوگا جب الزام کی نوعیت کسی کے اصل ماں یا باپ ہونے کی نفی کی ہو یا زنا وغیرہ کی تہمت لگائی جائے۔ چوری، رشوت یا دوسرے جرائم کا الزام قذف میں نہیں آئے۔ الزام میں بھی ایک تصریح کی شکل ہوتی ہے اور ایک تعریض کی، جیسے کہ آج کل مصنف لوگ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں یا کالم نگار لوگ اپنے حریفوں کے متعلق فقرے لکھ دیتے ہیں جس سے تعریض کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ صریح قذف کی سزا اسی کوڑے ہے۔

اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک غلام کو اسی کوڑے مارے جبکہ غلام کی سزا نصف ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ سب کے سب خلفاء صرف چالیس کوڑے ہی لگاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا شمار بھی خلفائے راشدین میں ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ان کو اپنے پیشرو خلفاء کا اس بارے میں عمل اور فتوے معلوم نہ رہا ہو اور وہ اس کے خلاف عمل کریں۔ صرف ایک امکان یہ ہے کہ غلام آبق (بھاگا ہوا) رہا ہو۔ غلام آبق کے بارے

میں ایک قوی مذہب یہ ہے کہ اس کے اوپر پوری حد جاری کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آبق ہونے کی وجہ سے چاہے بے قاعدہ ہی سہی غلامی سے نکل تو جاتا ہے۔ غلامی ایسی چیز نہیں کہ ہر جگہ اس کے ساتھ چپٹی رہے۔ تو غلام آبق سے متعلق فقہا کی رائے ٹھیک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بھی یہ رائے رہی ہو اور انہوں نے اس غلام پر عبد آبق ہونے کی وجہ سے پوری حد جاری کر دی ہو۔

حدثنی مالک عن زریق بن حکیم الایلی ان رجلا یقال له مصباح استعان ابناله فکانه استبطاه، فلما جاء قال له یازانی، قال زریق فاستعدانی علیه فلما اردت ان اجلده، قال ابنه والله لئن جلدته لابوء ن علی نفسی بالزنا، فلما قال ذالک اشکل علی امره فکتبت فیه الی عمر بن عبدالعزیز وهو الوالیٰ یومئذ اذکر له ذالک۔ فکتب الی عمر ان اجز عفوه، قال زریق و کتبت الی عمر بن عبدالعزیز ایضا" ارایت رجلا افتری علیه اوعلی ابویه و قد هلکا اواحد هما قال فکتب الی عمر: ان عفا فاجز عفوه فی نفسه، وان افتری علی ابویه و قد هلکا اواحد هما فخذله بکتاب الله الا ان یرید سترا، قال یحیی سمعت مالکا یقول: وذالک ان یکون الرجل المفتری علیه یخاف ان کشف ذالک منه ان تقوم علیه بینته، فاذا کان علی ماوصفت فعفا جاز عفوه۔

ترجمہ:- امام مالکؒ زریق بن حکیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام مصباح تھا اس نے اپنے بیٹے سے کسی کام کے لئے کہا لیکن اس نے کچھ دیر لگا دی۔ جب وہ آیا تو اس نے کہا او زانی۔ زریق کہتے ہیں کہ اس نے اپنے والد کے خلاف مجھ سے مدد مانگی۔ جب میں نے چاہا کہ اس کو کوڑے لگاؤں تو اس کے بیٹے نے کہا کہ واللہ اگر آپ نے میرے ابو کو کوڑا لگایا تو میں اپنے اوپر زنا کا اعتراف کراؤں گا۔ جب اس نے یہ کہا تو میں الجھن میں پڑ گیا۔ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جو اس وقت گورنر تھے اس کے متعلق لکھا۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ اس کی معافی جاری کر دو۔ زریق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ بھی لکھا کہ بتائیے کہ اگر ایک شخص اپنے اوپر افترا کرے یا اپنے والدین پر کرے اور وہ دونوں کے دونوں یا ان میں سے ایک مرچکا ہے تو اس کا حکم کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ اگر وہ معاف کر دے تو اس کی ذات کے لئے معافی جاری کر دو، اور اگر اس نے ماں باپ پر افترا کیا اور وہ دونوں یا ان میں سے ایک مرچکا ہے تو اس کے اوپر اللہ کی کتاب جاری کر دو الا آنکہ وہ اس پر پردہ ڈالنا چاہے۔ یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے مالکؒ کو کہتے سنا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ جس پر افترا کیا گیا ہے اس بات کا اندیشہ رکھتا ہو کہ اگر یہ چیز اس سے ظاہر ہو گئی تو اس پر دلیل قائم نہ ہو

جائے۔ اگر ایسی صورت ہو اور وہ معاف کردے تو اس کا معاف کرنا درست ہوگا۔

وضاحت :- یہ بات روایت سے ظاہر نہیں کہ کیا زریق صاحب اختیار تھے کہ وہ کوڑے لگانے پر تیار ہو گئے۔ اگر وہ صاحب اختیار نہیں تھے تو ان سے مدد چاہنا اور ان کا کوڑے لگانا سمجھ میں نہیں آتا۔ کوڑے لگانے کا معاملہ پرائیویٹ نہیں ہوتا۔ صرف قاضی یا صاحب امر ہی کوڑے لگا سکتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ زریق صاحب امر تھے اسی لئے انہوں نے معاملہ گورنر کی طرف بھیجا۔ پہلے تو بیٹے نے باپ کے خلاف زریق کی مدد طلب کی۔ پھر جب دیکھا کہ باپ کو کوڑے لگنے والے ہیں تو اس نے کہا کہ میں اپنے آپ کو زانی ہی تسلیم کرلیتا ہوں' یعنی باپ کو مفتری نہیں بنانا چاہتا۔ حضرت عمربن عبدالعزیزؒ نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ بیٹے کی معافی قبول کرلو۔ گویا مفتری علیہ کا معاف کردینا درست ہے۔

زریق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمربن عبدالعزیز کو لکھا کہ بتائیے کہ اگر ایک شخص اپنے اوپر یا اپنے ماں باپ پر افترا کرے اور وہ دونوں کے دونوں یا ان میں سے ایک مرچکا ہے تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا۔ حضرت عمربن عبدالعزیز نے لکھا کہ اگر وہ معاف کردے تو اس کی ذات کے لئے معافی کو جاری کردو۔ اور اگر اس نے ماں باپ پر افترا کیا ہے اور ان میں سے ایک یا دونوں مرچکے ہیں تو اس کے اوپر اللہ کا قانون جاری کرو الا آنکہ وہ اس پر پردہ ڈالنا چاہئے۔ روایت کا یہ حصہ مشکل ہے کیونکہ اس طرح کسی نے جرم کیا ہے تو یہ کوئی تقویٰ کی بات نہیں کہ عدالت میں چلا جائے کہ جناب میں نے جرم کیا ہے۔ بلکہ اس کو اپنا جرم چھپانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے۔ البتہ جب معاملہ عدالت میں جاچکا ہے تب نہ مجرم کے حق میں سفارش کرنی چاہئے اور نہ ہی کسی کو جرم چھپانے کا مشورہ دینا چاہئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کے پاس آکر کہا کہ میں نے ملزم کو معاف کردیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس آنے سے پہلے معاف کیا ہوتا۔ مطلب یہ کہ اب تو معاملہ عدالت میں آگیا' وہی فیصلہ کرے گی۔ عدالت میں از خود جانا اور اپنے جرم کی تشہیر کرنا اور اسکو متقیانہ کام خیال کرنا غلط ہے۔

حدثنی مالک عن ابی الرجال محمد بن عبدالرحمن بن حارثۃ بن النعمان الانصاری' ثم من بنی النجار عن امہ عمرۃ بنت عبدالرحمن ان رجلین استبا فی زمان عمر بن الخطاب' فقال احدھما لاخر واللہ ما ابی بزان ولا امی بزانیۃ' فاستشار فی ذالک عمر بن الخطاب' فقال قائل مدح اباہ وامہ' وقال اخرون قد کان لابیہ وامہ مدح غیر ھذا وتری ان تجلدہ الحد فجلدہ عمر الحد ثمانین' قال مالک: لا حد عندنا الا فی نفی اوقذف اوتعریض یری ان قائلہ انما اراد بذالک نفیا" اوقذفا" فعلی

من قال ذالک الحد تاما"۔ قال مالک' الامر عندنا انہ اذانفی رجل رجلا من ابیہ فان علیہ الحد' وان کانت ام الذی نفی مملوکتہ فان علیہ الحد۔

ترجمہ :- عمرۃ بنت عبدالرحمان سے روایت ہے کہ حضرت عمربن خطابؓ کے زمانے میں دو آدمی آپس میں گالم گلوچ ہوئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ نہ میرا باپ زانی ہے اور نہ میری ماں زانیہ۔ حضرت عمربن خطابؓ نے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ اس نے اپنے ماں باپ کی تعریف کی ہے۔ دوسروں نے کہا کہ ماں باپ کی تعریف ہی کرنی تھی تو اس کے بہت سے دوسرے اسلوب موجود تھے۔ ہمارے خیال میں اس پر آپ کوڑوں کی حد جاری کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس پر اسی کوڑے کی حد جاری کی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حد صرف نفی یا قذف میں ہے یا پھر ایسی تعریض کی صورت میں جس کے بارے میں یہ رائے دی جائے کہ اس کا مقصد نفی یا قذف تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ حد جب ہوگی جب کوئی شخص دوسرے کے باپ کی نفی کرے۔ اگر اس شخص کی ماں جس کی نفی کی گئی لونڈی بھی ہو جب بھی اس پر حد ہوگی۔

وضاحت :- یہ تعریض کی وہ شکل ہے جس میں مالکیہ حد مانتے ہیں کیونکہ اگر آدمی نے ماں باپ کی تعریف ہی کرنی تھی تو یہ کہہ سکتا تھا کہ میرا باپ بڑا متقی پرہیزگار آدمی تھا اور میری ماں بھی بڑی متقیہ تھی۔ جب اس نے اپنے ماں باپ کے متعلق یوں کہا کہ وہ زناکار نہ تھے تو گویا اس نے اپنے حریف کے ماں باپ پر زناکاری کا الزام لگایا۔ وہ اپنے ماں باپ کی تعریف نہیں بلکہ دوسرے کے ماں باپ پر تعریض کرنا چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ کے بعد اس شخص کو قذف کی سزا دی۔ حضرت عمرؓ کے اسی اثر پر مالکیہ کا عمل ہے لیکن احناف اور شوافع اس کے قائل نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حد صرف اسی صورت میں جاری ہوگی جب صریح الفاظ استعمال کئے جائیں۔ کوئی کسی پر قذف کرے کہ تیرا باپ زانی تھا یا تیری ماں فاحشہ تھی۔ اشارہ' کنایہ یا اخباری انداز میں کچھ کہنے سے حد جاری نہیں ہوگی۔ میرے نزدیک احناف کی رائے اس حد تک ٹھیک ہے کہ حد جاری نہیں ہوگی لیکن میرے خیال میں اگر کسی پر حد جاری کرنے کے لئے پورا مواد موجود نہ ہو تو اس کو یوں ہی چھوڑ نہیں دینا چاہئے بلکہ تعزیر ہونی چاہئے۔ جیسے چوری کا معاملہ ہو تو قطع ید تو تب ہوگا جب مال مسروقہ اتنا ہو جس پر چوری کا اطلاق ہو سکے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ چور کو چھوڑ دیا جائے کہ جاؤ یہ کام کرتے رہو۔ قطع ید سے کمتر سزا تو دی جاسکتی ہے۔

مالا حدفیه

جس صورت میں حد نافذ نہیں ہوگی

حدثنی مالک عن ربیعته بن ابن عبدالرحمان ان عمر بن الخطاب قال الرجل خرج بجاریته لامراته معه فی سفرفا صابها فغارت امراته فذکرت ذالک لعمر بن الخطاب فساله عن ذالک قال وهبتها لی' فقال عمر لتا تینی بالبینته' اولا رمینک بالحجارة' قال فاعترفت امراته انها وهبتها له۔

ترجمہ :- ربیعہ بن ابی عبدالرحمان سے روایت ہے کہ ایک شخص سفر میں نکلا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی کی لونڈی تھی۔ وہ اس لونڈی کے ساتھ مرتکب ہوگیا۔ بیوی کو غیرت لاحق ہوئی تو اس نے حضرت عمرؓ سے ذکر کردیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ لونڈی میری بیوی نے مجھے ہبہ کردی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ثبوت لاؤ ورنہ میں تمہیں سنگسار کردوں گا۔ کہتے ہیں کہ اس کی بیوی نے اعتراف کرلیا کہ اس نے لونڈی میاں کو ہبہ کردی تھی۔

وضاحت :- حضرت عمرؓ کو اگرچہ معلوم تھا کہ عورت نے جب دیکھا کہ شوہر کو رجم کردیا جائے گا تو اس نے رحم کھا کر ہبہ کرنے کا اعتراف کیا ہے لیکن قانون کے آگے حاکم کچھ نہیں کرسکتا۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ میں تو بہرحال دلائل پر فیصلہ کروں گا' اپنے علم پر تو نہیں کرسکتا۔ اگر تم میرے فیصلے کے ذریعے کوئی ایسا حق لے لوگے جو تمہارا نہیں تو جہنم میں جاؤ گے۔ عدالت کا کام شہادت پر فیصلہ کرنا ہے' خواہ قاضی پر بات کتنی ہی واضح ہو۔ ازروئے فقہ اس آدمی پر حد جاری ہوتی لیکن حضرت عمرؓ نے چھوڑ دیا کیونکہ اس کی زوجہ نے لونڈی ہبہ کرنے کا اعتراف کرلیا اور حضرت عمرکو معلوم بھی تھا کہ صرف شوہر کی جان بچانے کی خاطر عورت نے ایسا کیا ہے۔

مایجب فیه القطع

کتنی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا

حدثنی مالک عن نافع عن عبدالله بن عمر ان رسول الله ﷺ قطع فی مجن ثمنه ثلاثته دراهم

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال جس کی

قیمت تین درہم تھی' کی چوری پر ہاتھ کاٹا ہے۔

وضاحت :- چوری کا اطلاق ہر گری پڑی چیز کی چوری پر نہیں ہوتا بلکہ قدروقیمت رکھنے والی چیز کی چوری پر ہوتا ہے۔ اس زمانے کے تین درہم آج کل کے تین سو روپے سے کیا کم ہوں گے۔ مختلف روایات اور عدالتی فیصلوں کی روشنی میں فقہا نے قطع ید کے لئے متعدد شرائط بیان کی ہیں مثلاً" مال کا محفوظ ہونا' مال میں شراکت کا نہ ہونا' چور کا غلام نہ ہونا' قحط وغیرہ نہ ہونا' مال محروز یعنی محفوظ ہونا چاہئے۔ مختلف اشیاء کے محروز ہونے کی شکل الگ ہے۔ اگر مال اپنی معروف شکل میں محروز ہو اور چوری ہو جائے اور اس کی قیمت اتنی ہو جس پر چوری کا اطلاق ہوتا ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

حدثنی عن عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی حسین المکی ان رسول الله ﷺ قال : لا قطع فی ثمر معلق' ولا فی حریسته جبل فاذا اواه المراح' او الجرین فالقطع فیما یبلغ ثمن المجن۔

ترجمہ :- عبدالرحمٰن ابن ابی حسین المکی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا شاخ پر لٹکے پھل توڑنے پر اور نہ کسی پہاڑ کے گوشے میں بیٹھے جانور کی چوری پر۔ اور ہاتھ کاٹا جائے گا اس جانور کی چوری پر جو باڑے میں ہو' جس کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو۔

وضاحت :- درختوں پر لٹکے پھل مال محروز نہیں جب تک باغ کے گرد باڑ اور نگہبانی کا انتظام نہ ہو۔ اسی طرح جب تک جانور اس جگہ پر نہ ہوں جہاں گلے ٹھہرائے جاتے ہیں تو وہ بھی مال محروز متصور نہیں ہوں گے۔ روایت کا آخری حصہ راوی کا اپنا اضافہ ہے۔ اگرچہ اس مضمون کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔

حدثنی عن مالک عن عبدالله بن ابی بکر عن ابیه عن عمرة بنت عبدالرحمن ان سارقا سرق فی زمان عثمان اترجته فامربها عثمان بن عفان ان تقوم فقومت بثلاثته دراهم من صرف اثنی عشر درهما بدینار فقطع عثمان یده۔

ترجمہ :- عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک چور نے ایک اترجہ چرالیا۔ حضرت عثمان نے حکم دیا کہ اس کی قیمت لگائی جائے۔ ایک دینار کا صرف بارہ درھم مان کر قیمت لگائی گئی تو وہ تین درہم ہوئی۔ حضرت عثمان نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

وضاحت :- اترجہ سے مراد خوشبو ڈالنے کے لئے سونے کا زیور لیا گیا ہے۔ اس کی قیمت تین درہم کے برابر ہونا سمجھ میں آتی ہے۔ ایک دینار میں بارہ درہم ہوتے تھے لیکن اگر درہم ٹوٹے ہوئے یا زیادہ

گھسے ہوئے ہوتے یا بعض دوسرے عوامل کے تحت وہ ایک دینار کے عوض بارہ سے زیادہ بھی ہو سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے قیمت لگوائی تو وہ اترجہ تین درہم کا نکلا۔ چنانچہ چور کو قطع ید کی سزا دی گئی۔ شاہ ولی اللہ نے اترجہ سے مراد لیموں شیریں لیا ہے تو اس کی قیمت کسی صورت میں بھی تین درہم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے پہلا مطلب ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

حدثنی عن مالک عن یحیی بن سعید عن عمرة بنت عبدالرحمن عن عائشہ زوج النبی ﷺ انہا قالت ماطال علی ومانسیت القطع فی ربع دینار فصاعدا

ترجمہ :- حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے اوپر زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا اور میں بھولی بھی نہیں ہوں کہ ہاتھ جو کاٹا جاتا تھا وہ ایک چوتھائی دینار اور اس سے زائد پر ہوتا تھا۔

وضاحت :- یہ وہی بات ہے جو اوپر کی روایات میں بیان ہوئی کہ تین درہم سے کم قیمت پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ربع دینار بھی تین درہم ہی بنتے ہیں جب ایک دینار میں بارہ درہم کا صرف ہو۔

حدثنی عن مالک عن عبداللہ بن ابی بکر بن حزم عن عمرة بنت عبدالرحمن انہا قالت : خرجت عائشہ زوج النبی ﷺ الی مکنہ ومعہا مولا تان لہا' ومعہا غلام لبنی عبداللہ بن ابی بکر الصدیق فبعثت مع المولا تین ببرد مرجل قد خیط علیہ خرقتہ خضراء قالت فاخذ الغلام البرد ففتق عنہ فاستخرجہ وجعل مکانہ لبدا اوفروة و خاط علیہ فلما قدمت المولا تان دفعتا ذالک الی اہلہ فلما فتقوا عنہ وجدوا فیہ اللبدولم یجدوا البرد فکلموا المراتین فکلمتا عائشہ زوج النبی ﷺ او کتبتا الیہا واتہمتا العبد فسئل العبد عن ذالک فاعترف فامرت بہ عائشہ زوج النبی ﷺ فقطعت یدہ و قالت عائشہ القطع فی ربع دینار فصاعدا' وقال مالک : احب مایجب فیہ القطع الی ثلاثتہ دراہم وان ارتفع الصرف اواتضع وذالک ان رسول اللہ ﷺ قطع فی مجن قیمتہ ثلاثتہ دراہم وان عثمان ابن عفان قطع فی اترجتہ قومت بثلاثتہ دراہم وھذا احب ماسمعت الی فی ذالک۔

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ کے تشریف لے گئیں تو ان کے ہمراہ ان کی دو آزاد کردہ لونڈیاں اور عبداللہ بن ابی بکر صدیق کے بیٹوں کا ایک غلام تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ان دو لونڈیوں کے ہاتھ مخمل کی ایک

چادر بھیجی جس پر کام کیا ہوا تھا اور اس کے اوپر سبز کپڑا غلاف کی شکل میں سلا ہوا تھا۔ غلام نے اسے لیا' کپڑے کو ادھیڑا' اس میں سے چادر نکال لی اور اس کی جگہ نمدہ یا موٹے کمبل کا ٹکڑا ڈال کر پھر سلائی کردی۔ جب دونوں لونڈیاں آئیں تو انہوں نے امانت مالکوں کے حوالے کی۔ جب انہوں نے اس کو ادھیڑا تو اس میں چادر نہ پائی۔ اس کی جگہ نمدے کا ٹکڑا پایا۔ انہوں نے دونوں عورتوں سے بات کی تو انہوں نے حضرت عائشہ سے ذکر کیا یا ان کو لکھا اور غلام کے اوپر الزام لگایا۔ اس بارے میں غلام سے پوچھا گیا تو اس نے جرم کا اعتراف کرلیا۔ حضرت عائشہؓ نے حکم دیا تو اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ربع دینار یا اس سے زیادہ قیمت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک قطع ید کے بارے میں پسندیدہ بات یہ ہے کہ مال مسروقہ کی قیمت تین درہم ہو' چاہے صرف کم ہو یا زیادہ۔ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال جس کی قیمت تین درہم تھی' کی چوری پر ہاتھ کاٹا اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے ایک اترجہ' جس کی قیمت تین درہم لگائی گئی تھی' پر ہاتھ کاٹا۔

وضاحت :- اس روایت میں بھی مال مسروقہ کی اصل قیمت ربع دینار یا تین درہم ہی بتائی گئی ہے۔ اس میں راوی کی یہ بات درست نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ آپ صاحب امر یا قاضی تو نہ تھیں۔ انہوں نے قاضی کے پاس بھیجا ہوگا اور اس نے فیصلہ کیا ہوگا کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

میرے نزدیک امام مالکؒ کی یہ بات غلط ہے کہ دینار اور درہم کے صرف کا بھاؤ چاہے زیادہ ہو یا کم' مال مسروقہ کی اصل قیمت تین درہم ہی ہونی چاہئے۔ یہ ان کی سادگی ہے۔ اگر دینار کا بھاؤ زیادہ ہوگا تو درہم زیادہ ہوں گے' جیسے کہ اب روپے کی قیمت ڈالر کے تابع ہے۔ اس کے لئے جو دلیل انہوں نے دی ہے اس میں صرف کے کم یا زیادہ ہونے سے متعلق کوئی بات نہیں کی گئی۔

باب ماجاء فی قطع الابق والسارق

مفرور غلام جو چور ہو کے ہاتھ کاٹنے سے متعلق روایات

حدثنی عن مالک عن نافع ان عبد العبد اللہ بن عمر سرق وھو ابق فارسل بہ عبداللہ بن عمر الی سعید بن العاص وھو امیر المدینتہ لیقطع یدہ فابی سعید ان یقطع یدہ و قال لا تقطع ید الایق السارق اذا سرق' فقال لہ عبداللہ بن عمر فی ای کتاب اللہ وجدت ھذا ثم امربہ عبداللہ بن عمر فقطعت یدہ۔

ترجمہ :- نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کے ایک غلام نے چوری کی اور وہ مفرور تھا۔ اس کو

پکڑ کر عبداللہ بن عمرؓ نے سعید بن عاص کے پاس بھیجا جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔ سعید نے ہاتھ کاٹنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ مفرور غلام جو چوری کرے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ کس کتاب میں آپ نے یہ فتویٰ پڑھا ہے۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ نے حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

وضاحت :- سعید بن عاص نے شاید اس بنا پر انکار کیا ہو گا کہ غلام ہے اور غلام کا نہ ہاتھ اپنا ہوتا ہے اور نہ مال ہی اس کی ملکیت ہے۔ لیکن جب وہ آبق ہے تو نیم آزاد ہے جب تک کہ پھر غلام نہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا مقام تو مفتی کی حیثیت سے بڑا ہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے آدمی تھے۔ انہوں نے دوبارہ معاملہ اپنے فتوے کے ساتھ بھیجا ہو گا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو امیر مدینہ نے ان کی بات تسلیم کرلی اور ہاتھ کاٹ دیا۔

حدثنی عن مالک عن زریق بن حکیم انه اخبره انه اخذ عبدا ابقا قد سرق : قال فاشکل علی امرہ۔ قال فکتبت فیه الی عمر بن عبدالعزیز اسئله عن ذالک وھو الوالی یومئذ۔ قال فاخبرته انی کنت اسمع ان العبد الابق اذا سرق وھو ابق لم تقطع یدہ۔ قال فکتب الی عمر بن عبدالعزیز نقیض کتابی یقول کتبت الی انک کنت تسمع ان العبد الابق اذا سرق لم تقطع یدہ' وان اللہ تبارک و تعالی یقول فی کتابه : و السارق و السارقته فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا" من اللہ و اللہ عزیز حکیم' فان بلغت سرقته ربع دینار فصاعدا فاقطع یدہ۔

ترجمہ :- امام مالکؒ زریق بن حکیم سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو خبر دی گئی کہ ایک مفرور غلام پکڑا گیا ہے' اس نے چوری کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا معاملہ مشکل معلوم ہوا۔ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف لکھا جو ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے۔ میں نے ان کو خبر دی کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ مفرور غلام اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھے جو جواب دیا وہ میرے خط کے مخالف تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم نے لکھا ہے کہ مفرور غلام اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا اور عبرت ہے اور اللہ زبردست اور صاحب حکمت ہے۔ پس اگر مال مسروقہ کی قیمت ربع دینار یا اس سے زائد ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

وضاحت :- معاملہ مشکل اس وجہ سے ہوا کہ اگر غلام ہوتا تو حد جاری نہ ہوتی۔ مفرور ہونے کی وجہ

سے وہ نہ غلام رہا اور نہ ہی آزاد۔ وہ نیم آزاد ہے اور جو مال وہ چرائے گا وہ اس کا اپنا مال ہو گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ حکم دیا کہ اگر مال مسروقہ کی قیمت ربع دینار یا اس سے زائد ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

حدثنی عن مالک انه بلغه ان القاسم بن محمد وسالم بن عبداللہ وعروۃ بن الزبیر کانوا یقولون اذا سرق العبد الابق ما یجب فیه القطع قطع۔

ترجمہ :- امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ قاسم بن محمدؒ' سالم بن عبداللہ اور عروہ بن زبیر تینوں بزرگوں کا یہ فتویٰ تھا کہ مفرور غلام جب اتنے مال کی چوری کرے جس پر قطع ید کی سزا واجب ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

وضاحت :- یہ بھی وہی بات ہے جو پچھلی روایات میں گزری۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفرور غلام کے بارے میں حد جاری کرنے کا مسئلہ مختلف فیہ نہیں ہے۔ صرف غلام کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ اس کا مال اس کے مالک کا مال ہے لیکن حضرت عائشہؓ کے متعلق جو روایت گزری ہے اس کے مطابق غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔

ترک الشفاعته للسارق اذا بلغ السلطان
معاملہ صاحب امر تک پہنچ جائے تو چور کے حق میں سفارش نہیں کی جا سکتی

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن صفوان بن عبداللہ بن صفوان ان صفوان بن امیته قیل له انه ان لم یھاجر ھلک فقدم صفوان بن امیته المدینته فنام فی المسجد و توسد رداہ فجاء سارق فاخذ رداہ فاخذ صفوان السارق فجاء به الی رسول اللہ ﷺ فامر به رسول اللہ ﷺ ان تقطع یدہ' فقال له صفوان انی لم ارد ھذا یا رسول اللہ ھو علیه صدقته۔ فقال رسول اللہ ﷺ فھلا قبل ان تاتینی به۔

ترجمہ :- امام مالکؒ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں اور وہ صفوان بن عبداللہ سے کہ صفوان بن امیہ سے کہا گیا کہ اگر انہوں نے ہجرت نہ کی تو وہ ہلاک ہو گئے۔ اس پر صفوان بن امیہ مدینہ آئے اور مسجد میں سو گئے اور اپنی چادر کا تکیہ بنالیا۔ ایک چور آیا تو اس نے چادر اڑالی۔ صفوان نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان نے کہا حضور میرا یہ ارادہ تو نہ تھا' میں یہ چادر اس کو صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے

میرے پاس اس کو لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کردیا؟

وضاحت :- سوتے ہوئے چادر کا تکیہ بنانے کا مطلب یہ ہوا کہ مال محروز تھا۔ مال محروز نہ ہو تو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ چور کے حق میں سفارش معاملہ عدالت میں پہنچ جانے کے بعد نہیں ہو سکتی۔ اگر چور کو معاف کرنا تھا یا چوری کا مال اس پر صدقہ کرنا تھا یا معاملہ نپٹانے کی کوئی اور شکل اختیار کرنی تھی تو مقدمہ عدالت میں نہ لے جایا جاتا۔ وہاں لے جانے کے بعد سب معاملات عدالت کے اختیار میں ہو جاتے ہیں۔ اس کے بغیر عدلیہ کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔

حدثنی عن مالک عن ربیعته ابن ابی عبدالرحمن ان الزبیر بن العوام لقی رجلا قد اخذ سارقا وھو یری ان یذھب به الی السلطان فشفع له الزبیر لیرسله' فقال لا حتی ابلغ به السلطان' فقال الزبیر اذا بلغت به السلطان فلعن الله الشافع و المشفع۔

ترجمہ :- ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے روایت ہے کہ زبیر بن عوام ایک شخص سے ملے جس نے ایک چور کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ اس کو عدالت میں لے جانا چاہتا تھا۔ زبیر نے اس کو چھوڑنے کی سفارش کی۔ اس نے کہا کہ نہیں' جب تک میں اس کو عدالت میں نہ لے جاؤں۔ زبیر نے کہا جب تو اس کو لے کے عدالت میں پہنچ گیا تو شفاعت کرنے والے اور شفاعت کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت۔

وضاحت :- سلطان کا لفظ صاحب امر یعنی قاضی' حاکم یا عدالت کے لئے عام ہے۔ عدالت میں معاملہ پہنچ جانے کے بعد کسی سفارش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو سفارش کرے یا کرائے دونوں پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

(ترتیب : سعید احمد)

تدبر کے پچھلے شمارے
ادارہ کے پاس بالعموم موجود ہیں اور
عندالطلب فراہم کئے جاسکتے ہیں۔

اسالیب قرآن

خالد مسعود

مقابل کا حذف

کبھی جملے کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ اس میں دو باتوں کا ذکر ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے مقابل ہوتی ہیں۔ اگر ان کو مخاطب پر پوری طرح کھول کر بیان کرنا درکار ہو تاکہ ان کا مفہوم اس پر اچھی طرح روشن ہو جائے تب تو دونوں باتوں کو ان کا کوئی حصہ حذف کئے بغیر بیان کر دیا جاتا ہے۔ لیکن بسا اوقات جب ایک حصہ کے الفاظ دوسرے حصہ کے مفہوم کی طرف خود ہی رہنمائی کر رہے ہوں تو دوسرے مفہوم کو الفاظ میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے مواقع پر کلام کے حسن کا تقاضا ہوتا ہے کہ قاری کی ذہانت پر اعتماد کرتے ہوئے اتنے الفاظ حذف کر دیئے جائیں جو پہلے حصہ میں مذکور الفاظ کے مقابل میں از خود سمجھ میں آرہے ہوں۔ قرآن مجید میں یہ اسلوب جن مواقع پر استعمال ہوا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) تکرار سے بچنے کے لئے جملہ کے دوسرے حصہ میں کوئی لفظ یا عبارت حذف کر دی جاتی ہے کیونکہ بعینہ وہی لفظ یا عبارت پہلے حصہ میں استعمال ہو چکی ہوتی ہے۔ مثلاً"

1- یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا و ما عملت من سوء (آل عمران 30)

(جس دن جان اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے موجود پائے گی اور جو برائی کی ہوگی اس کو بھی موجود پائے گی)

یہاں عبارت کے دوسرے حصہ میں لفظ "سوء" کے بعد بھی "محضرا" آنا تھا لیکن اس کو حذف کردیا تاکہ تکرار سے بچا جاسکے۔

2- لا یستاخرون ساعته ولا یستقدمون (اعراف 34)

(نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ (ایک گھڑی) آگے بڑھ سکیں گے)

یہاں ساعت عذاب کا ذکر ہے جس کا وقت مقرر ہے۔ لفظ "ساعۃ" جملے کے دوسرے حصہ میں حذف کردیا۔

3- یمحو الله مایشاء و یثبت و عنده علم الکتب (رعد 39)

(اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہتا ہے) باقی رکھتا ہے اور اصل کتاب کا علم اسی کے پاس ہے)

یہاں "یثبت" کے بعد "مایشاء" کے الفاظ تکرار سے بچنے کے لئے حذف کر دیئے گئے ہیں۔

4- ویسبح الرعد بحمدہ والملٰئکت من خیفتہ (رعد 130)
(بجلی کی گرج (اس کے ڈر سے) اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے ڈر سے (اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں)

اس آیت کے دونوں حصوں میں متقابل الفاظ حذف ہیں۔ جو لفظ پہلے حصہ میں ظاہر کیا گیا ہے (بحمدہ) وہ دوسرے حصہ میں حذف ہے اور جو دوسرے حصہ میں ظاہر کیا گیا ہے (من خیفتہ) وہ پہلے حصہ میں حذف ہے۔ اگر محذوف الفاظ بیان کر دیئے جاتے تو دوہرے تکرار کے باعث عبارت بہت بوجھل ہو جاتی۔

(ب) بعض جملوں کے دونوں حصوں کو کھول کر بیان کرنے میں اگرچہ تکرار کا عیب تو پیدا نہیں ہوتا لیکن ان کی ساخت میں ایسی مماثلت ہوتی ہے کہ ایک حصہ میں ظاہر کردہ الفاظ خود بخود دوسرے حصہ کے مفہوم پر روشنی ڈال رہے ہوتے ہیں۔ لہذا اگر دوسرے حصے میں متعلقہ الفاظ حذف بھی کر دیئے جائیں تو قاری کو محذوف مفہوم کے سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ایسے جملوں میں اگر زیر بحث مضمون کا تقاضا ہوا ہے تو متقابل کو حذف نہیں کیا گیا لیکن بالعموم حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ فصاحت کلام کا تقاضا یہی تھا۔ مثالیں دیکھئے:

1- انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ (انعام 99)
(اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو (جب وہ پکتا ہے)

یہاں "اذا اثمر" کے متقابل "ینعہ" سے متعلق جملہ "اذا اینع" حذف کر دیا گیا کیونکہ جملے کی ساخت ہی سے مفہوم کی طرف رہنمائی ہو رہی تھی۔

2- یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات (ابراہیم 48)"
(اس دن کو یاد رکھو جس دن یہ زمین دوسری زمین سے اور یہ آسمان (دوسرے آسمانوں سے) بدل دیئے جائیں گے)

یہاں "غیر الارض" کے متقابل "غیر السماوات" کے الفاظ حذف کر دیئے گئے۔ جملے کی ساخت خود ہی ان کی ضرورت کی نشاندہی کر رہی ہے۔

3- وجعلنا علی قلوبھم اکنتہ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا (انعام 25)
(ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے (کہ اس کو نہ سن سکیں)

یہاں جملے کے دونوں حصوں میں مماثلت کا تقاضا یہ ہے کہ "ان یسمعوہ" کے الفاظ حذف مانے جائیں۔ اس کی دلیل سورہ لقمان میں ہے۔ وہاں فرمایا و اذا تتلی علیہ ایتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا (لقمان 7)

(اور جب اس کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو اس طرح متکبرانہ اعراض کرتا ہے گویا اس کو سنا ہی نہیں۔ گویا اس کے کانوں میں گرانی ہے)

4- قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان اراد بکم سوء او ارادبکم رحمتہ (احزاب 17)
(پوچھو کون ہے جو تم کو خدا سے بچا سکے گا اگر وہ تم کو کوئی گزند پہنچانا چاہے یا (اس کی رحمت کو روک سکے گا اگر) وہ تم پر رحمت کرنا چاہے)

یہاں بھی جملے کے دو حصوں میں مماثلت خود محذوف الفاظ کی نشاندہی کر رہی ہے۔ ان الفاظ کی نظیر قرآن مجید میں موجود ہے۔ فرمایا
مایفتح اللہ للناس من رحمتہ فلا ممسک لھا (فاطر 2)
(اللہ لوگوں کے لئے جس رحمت کا فتح باب کرے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں)

5- قل یقوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل (انعام 135)
(کہہ دو اے میرے ہم قومو' تم اپنے طریقے پر چلو میں (اپنے طریقے پر) چلتا ہوں) گویا "علی مکانتی" کے الفاظ آخر میں محذوف ہیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جملے کے دو مماثل حصوں میں دونوں جانب کچھ الفاظ حذف کر دیئے جاتے ہیں' اس طرح کہ ہر محذوف لفظ کا متقابل دوسرے حصے میں ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اس دوہرے حذف کی مثالیں دیکھئے۔

1- ھوالذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ والنھار مبصرا (یونس 67)
(وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے (تاریک) بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو تمہارے لئے روشن بنایا (تاکہ تم اس میں کسب معاش کرسکو)

یہاں دوسرے حصے میں دن کو "مبصرا" یعنی روشن کہہ کر پہلے حصے میں رات کی تاریکی کی طرف اور پہلے حصے میں رات کا فائدہ سکون بتا کر دوسرے حصہ میں دن کی جدوجہد کی طرف توجہ دلا دی۔ جملے کی ساخت ایسی ہے کہ ایک ذہین قاری خود بخود محذوف مضمون تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً حذف کھولنے کے بعد عبارت یوں ہوگی: ھوالذی جعل لکم الیل مظلما لتسکنوا فیہ والنھار مبصرا لتبتغوا فیہ

2- وجعلنا اللیل لباسا و جعلنا النھار معاشا (النبا 10' 11)
(کیا ہم نے رات کو تمہارے لئے پردہ (اور وقت سکون) اور دن کو (روشن اور) وقت معاش نہیں بنایا)

یہ حقیقت میں مذکورہ بالا آیت ہی کا مضمون دوسرے اسلوب میں بیان ہوا ہے۔ متقابل الفاظ

محذوف مضمون پر روشنی ڈال رہے ہیں۔

-3 وانا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ھربا (جن 13)

(اور یہ کہ ہم مان گئے کہ ہم اللہ کے قابو سے نہیں نکل سکتے' نہ زمین میں (چھپ کر) اور نہ (آسمانوں میں) کہیں بھاگ کر)

یہاں بھی مذکور الفاظ غیر مذکور الفاظ کے حذف پر دلیل ہیں۔

-4 الم ترکیف ضرب اللہ مثلا کلمتہ طیبتہ کشجرۃ طیبتہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء (ابراہیم 24)

(کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے کلمہ توحید کی تمثیل کس طرح بیان فرمائی۔ وہ ایک مثمر درخت کی مانند ہے جس کی جڑ (زمین میں) جمی ہوئی اور جس کی شاخیں فضا میں (پھیلی ہوئی ہیں)

جملے کے دونوں حصوں میں مذکور الفاظ مقابل حصوں کے غیر مذکور الفاظ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

-5 قد کان لکم ایتہ فی فئتین التقتا فئتہ تقاتل فی سبیل اللہ و اخری کافرۃ (آل عمران 13)

(جن دو گروہوں میں مڈ بھیڑ ہوئی ان کی سرگزشت میں تمہارے لئے نشانی ہے۔ ایک گروہ (جو مومن تھا۔ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا (جو طاغوت کی راہ میں لڑ رہا تھا)

گویا "فئتہ" کے بعد "مومنتہ" اور "کافرۃ" کے بعد "تقاتل فی سبیل الطاغوت" حذف ہیں۔ طاغوت کا لفظ غیر اللہ کے مفہوم کے لئے معروف ہے۔ متقابل و متضاد مضمون کسی ایسے ہی لفظ کا متقاضی ہے۔

-6 وما من دابتہ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (انعام 38)

(اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر (اپنے پاؤں سے چلتا ہو) اور کوئی پرندہ نہیں جو (فضا میں) اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہو' مگر یہ سب تمہاری ہی طرح امتیں ہیں)

(ج) کبھی جملے کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ متقابل حصے میں جب تک محذوف کو معین نہ کیا جائے تو الفاظ کی مناسبت برقرار نہیں رہتی۔ یہی بات محذوف کی ضرورت کی نشاندہی کرتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

-1 ولہ ماسکن فی اللیل والنھار وھوالسمیع العلیم (انعام 13)

(اس کے قبضہ قدرت میں ہے جو چیز شب میں ساکن ہوتی اور جو دن میں (متحرک ہوتی) ہے

اور وہ سمیع و علیم ہے)۔

رات کے ساتھ سکون کی اور دن کے ساتھ حرکت و جدوجہد کی مناسبت ہے جس پر قرآن مجید کی متعدد آیات شاہد ہیں۔ اس آیت میں نھار (دن) سے متعلق موزوں لفظ کو حذف کر دیا تاکہ ذہین قاری خود ہی اس کو معین کرے۔ اس کو معین نہ کیا جائے تو جو مضمون پیدا ہوتا ہے وہ قرآن کے نظائر کے خلاف ہے۔ ہم نے ماسکن کے بالمقابل لفظ ماتحرک محذوف مانا ہے۔

-2 ولقد اوحینا الی موسی ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا لاتخاف درکا ولا تخشی (طہ 77)

(ہم نے موسی کی طرف وحی کی تھی کہ میرے بندوں کو شب میں لے کر نکل جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں ایک خشک راستہ بناؤ۔ نہ تمہیں پالئے جانے کا اندیشہ ہوگا نہ (ڈوبنے کا ڈر ہوگا)

یہ اس موقع کا ذکر ہے جب حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے۔ ان کو حکم ہوا کہ راتوں رات شہر سے نکل جاؤ' پھر جب دریا کے ساحل پر پہنچو تو اس پر عصا مارنا تو خشک راستہ بن جائے گا۔ اس تدبیر سے نہ یہ خطرہ ہوگا کہ فرعونی تعاقب کرکے تمہیں خشکی پر گرفتار کرلیں اور نہ یہ ڈر ہوگا کہ پانی میں ڈوب جاؤ۔ مضمون کی مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ " لاتخشی " کے بعد "غرقا" کو محذوف مانا جائے۔

-3 وضرب اللہ مثلا" قریتہ کانت امنتہ مطمئنتہ یاتیھا رزقھا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذا قھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (نحل 112)

(اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے جو بالکل امن و اطمینان کی حالت میں تھی' ان کو ان کا رزق فراغت کے ساتھ ہر طرف سے پہنچ رہا تھا لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کی کرتوتوں کی پاداش میں ان کو بھوک کا مزا چکھایا اور خوف کا لباس (پہنایا)

اس آیت میں "اذاقھا" کے ساتھ "لباس" کی مناسبت نہیں ہے' لباس پہنایا جاتا ہے چکھایا نہیں جاتا۔ علی ھذا القیاس بھوک کا لباس نہیں ہوتا بلکہ بھوک کا مزا ہوتا ہے۔ اس عدم مناسبت کا تقاضا ہے کہ "البسھا" کو حذف مانا جائے۔ گویا آخری حصہ میں آیت کے مفہوم کو مستقیم کرنے کے لئے عبارت یوں ہوگی۔ فاذاقھا اللہ طعم الجوع والبسھا لباس الخوف

(د) کبھی کسی لفظ کو اس لئے محذوف کر دیا جاتا ہے کہ کلام میں آگے پیچھے اس کی وضاحت موجود ہوتی ہے۔ اگر وقتی طور پر قاری کو اشتباہ پیش آجائے تو سلسلہ کلام خود اس کے شبہ کو رفع کرنے کے لئے

کافی ہوتا ہے۔ حسب ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1- ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائتہ یغلبوا الفا من الذین کفروا (انفال 65)

(اگر تمہارے بیس آدمی ثابت قدم ہوں گے تو دو سو (کافروں) پر غالب آئیں گے اور اگر تمہارے ایک سو (ثابت قدم آدمی) ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے)

آیت کے ابتدائی حصے میں دو سو کی وضاحت موجود نہیں۔ دوسرے حصے کے بالکل آخر میں کافروں کا حوالہ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سو کافر مراد ہیں۔ اسی طرح چونکہ پہلے مومنین کی صفت کے طور پر ثابت قدمی کا حوالہ آچکا تھا آخر میں اس کو بیان نہیں کیا۔ سلسلہ کلام اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

2- لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولٰئک اعظم درجتہ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعداللہ الحسنی (حدید 10)

(تم میں سے جو لوگ فتح مکہ سے پہلے انفاق اور جہاد کریں گے (اور جو فتح مکہ کے بعد انفاق و جہاد کریں گے) وہ یکساں نہیں ہوں گے۔ ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا ہوگا جو فتح مکہ کے بعد انفاق اور جہاد کریں گے' اگرچہ اللہ کا وعدہ ان میں سے ہر ایک سے اچھا ہی ہے)

یہاں "لا یستوی" کا تقاضا یہ ہے کہ آگے دو قسم کے لوگوں کا بیان ہو لیکن ایک صفت کے حامل لوگوں کا ذکر کر کے ان کی خصوصیت واضح کردی جبکہ دوسری صفت کے حامل لوگوں کا ذکر حذف کر دیا کیونکہ آگے ان کی خصوصیت مذکور ہو رہی تھی۔

3- قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید (سبا 49)

(کہہ دو حق آگیا (اور باطل نابود ہو گیا) اور باطل نہ آغاز کرتا ہے نہ اعادہ) یہاں بھی آگے باطل کا ذکر آرہا تھا۔ اس لئے قاری کا ذہن خود ہی "جاء الحق" کے بعد کے خلا کو بھرلیتا ہے۔ نیز قرآن میں اس مقدر مضمون کی نظیر بھی موجود ہے۔

4- واذا غشیھم موج کالظلل دعو اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجھم الی البر فمنھم مقتصد وما یجحد بایتنا الا کل ختار کفور (لقمان 33)

(اور جب موجیں سائبانوں کی طرح ان کو ڈھانک لیتی ہیں وہ اللہ کو پکارتے ہیں خالص اسی کی اطاعت کا عہد کرتے ہوئے۔ پس جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف کر دیتا ہے تو ان میں کچھ راہ پر رہتے ہیں (اور باقی منکر ہو جاتے ہیں) اور ہماری آیات کا انکار بس وہی لوگ کرتے ہیں جو بالکل بد عہد اور ناشکرے ہوتے ہیں)

"مقتصد" یعنی راہ پر رہنے والوں کے مقابل گروہ کی وضاحت چونکہ آگے آیات کے انکار کے حوالے سے آرہی تھی اس لئے بیچ میں ان کا ذکر حذف کردیا۔

مقالات

خالد مسعود

معاہدہ حدیبیہ سے اعلان براءت

صلح کے ماحول میں دعوت دین:

معاہدہ حدیبیہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی امن و صلح کی فضا میں دین کی تبلیغ و اشاعت کے زبردست مواقع پیدا ہوئے اور ان سے مسلمانوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ سیرت نگاروں نے اس ضمن میں چند نمایاں اقدامات کا تذکرہ تو بڑے اہتمام سے کیا ہے لیکن اس سلسلہ کی عمومی جدوجہد کو وہ اہمیت نہیں دی جس کی وہ مستحق تھی۔ مثال کے طور پر سیرت کی ہر کتاب میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے بعد نبی ﷺ نے روم' ایران' حبشہ' مصر اور عمان کے بادشاہوں اور بعض علاقوں کے گورنروں کے پاس اپنے صحابہ کو بطور سفیر بھیجا اور ان کے ہاتھ ارسال کردہ مکاتیب میں ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ یہ مہمات بعض صورتوں میں کامیاب اور بعض میں ناکام ہوئیں۔ اس کے برعکس یہ تفصیل کسی کتاب میں نہیں ملتی کہ اس دوران میں آپ نے عرب کے اندر مشرک قبائل میں دین کی دعوت پہنچانے کے لئے کیا اقدامات کئے' اس کے نتیجہ میں کون سے نئے قبائل اسلام کے فدائی بنے اور مجموعی طور پر اس جدوجہد کا کیا اثر ہوا۔ تاہم بعض حقائق اس بات کے غماز ہیں کہ صلح کے نتیجہ میں اندرون ملک بھی دعوت کا کام تیز تر ہو گیا اور امن و امان کے ماحول میں تبلیغ کے کام پر بھرپور توجہ لازماً" دی گئی ہوگی۔ مثلاً:

1- علامہ شبلیؒ سیرت النبی میں لکھتے ہیں کہ معاہدہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے تلقین فرمائی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریوں کی طرح ملک میں پھیل جاؤ اور لوگوں کو دین کی دعوت دو۔ مطلب یہ کہ نئے حالات میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق تبلیغ کا کام کرو' کیونکہ اب کسی جانب سے مخالفت متوقع نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم پر ہر مسلمان نے مقدور بھر عمل کیا ہوگا۔

2- معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں قبائل نے از خود بھی اپنے آدمی حقیقت حال کو سمجھنے کے لئے یا اپنے کچھ نوجوانوں کو دین سیکھنے کے لئے مدینہ بھیجا۔ اس طرح آنے والوں کے سوال و جواب حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ اسی دور میں اصحاب صفہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبیلہ دوس سے دین سیکھنے کے لئے آئے تھے۔ بالعموم لوگ کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنے قبیلہ میں تبلیغ کے لئے واپس چلے جاتے' جس کا اشارہ ہمیں سورہ براءت کی

آیت 122 میں ملتا ہے۔

3- جس طرح بادشاہوں کی طرف سفارتیں بھیجی گئیں' اسی طرح مدینہ منورہ کے شمال اور مکہ مکرمہ کے مشرق اور جنوب میں آباد قبائل کی طرف بھی نبی ﷺ نے اپنے نمائندے بھیجے۔ مثال کے طور پر طبقات ابن سعد میں بیان ہوا ہے کہ ایک سفارت کے نتیجہ میں بنو جذام کے سردار فروہ بن عمرو نے اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ کو تحائف بھیجے۔ بنو حنیفہ کے سردار ھوذہ بن علی کی طرف سلیط بن عمرو العامری کو بطور داعی بھیجا گیا لیکن اس نے معاملہ کو سنجیدگی سے نہ لیا۔ قبیلہ ازد کے سرداروں جیفر اور عبد نے اسلام قبول کرلیا۔ غسان' قضاعہ' بنو عذرہ وغیرہ قبائل نے بھی اسی دوران میں اسلام قبول کیا۔ ان چند مثالوں پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے عرب قبائل کی طرف بھی لازما" داعی بھیجے گئے ہوں گے اور اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے ہوں گے۔

4- فتح مکہ کے موقع پر جن قبائل نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں کی تعداد میں اپنے افراد فوج میں شامل کرنے کے لئے بھیجے ان میں بعض نام ایسے ہیں جن کا معاہدہ حدیبیہ سے پہلے کبھی ایسا نمایاں ذکر نہیں ہوا۔ مثلا" بنو لیث' بنو سلیم' بنو الحصین وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان تک صلح کے ماحول میں دین کی دعوت پہنچی' ان کو اس کے جانچنے پرکھنے کا موقع ملا اور بعد ازاں انہوں نے ایمان کی توفیق پا کر دین کی سربلندی کے لئے جہاد میں حصہ لیا۔

5- تمام سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار مسلمان شریک جہاد تھے حالانکہ اس سے قبل انتہائی سنگین صورت حال میں بھی مجاہدین کی تعداد بس تین ہزار کے لگ بھگ رہی۔ گویا تعداد میں اس قدر تیزی سے اضافہ صلح کے دو سالوں میں ہوا۔ ظاہر ہے کہ ایسا ہونا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ مسلمانوں نے صلح کے ماحول سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے دین کی دعوت کو عرب کے کونے کونے تک پہنچانے کی سعی کی ہو اور کفار نے مسلمانوں کے ساتھ میل جول میں ان کی زندگیوں کا مطالعہ کر کے اسلام کی حقانیت کا اقرار کرلیا ہو۔

مشرکین کے ساتھ معاہدوں پر پابندی:

صلح اور امن کی فضا نے بعض مسلمانوں پر منفی اثر بھی ڈالا۔ معاہدہ سے قبل باہمی روابط نہ ہونے کے باعث مسلمانوں کے اندر شرک اور اہل شرک کے لئے شدید نفرت تھی۔ بدلے ہوئے حالات میں دوبارہ رحمی رشتوں اور دوستوں کی محبت عود کر آئی اور ان کے ہاں نامہ و پیام بھی شروع ہو گیا۔ اسی طرح بعض مشرکین نے بھی صلح و آشتی کے تعلقات مسلمانوں کے لئے خیرسگالی کے جذبات اور ان کے ساتھ معاشرتی روابط کو اطمینان بخش پایا لیکن دین کی دعوت کے لئے اپنے کانوں کو کھولنا ضروری نہیں

سمجھا۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے منصب رسالت کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ آنحضرت کا ہدف ملک میں امن و امان کا قیام نہ تھا۔ آپ کو تو اس لئے مبعوث کیا گیا تھا کہ آپ اللہ کی ہدایت اور دین حق کو عرب کے تمام ادیان پر غالب کردیں۔ اس مقصد کا تقاضا یہ تھا کہ عرب کے لوگ اپنے مذہبی تصورات و مواقف سے دستبردار ہوں اور اسلام قبول کریں۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ مشرکین عرب پر اب یہ حقیقت واضح کردی جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی نظروں میں صلح اور خیرسگالی کی کوئی اہمیت نہیں' اصل چیز دین اسلام کو اختیار کرنا ہے۔ لہٰذا جن قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدات کو اپنے لئے پناہ گاہ بنا لیا ہے ان سے یہ پناہ گاہ چھین لی جائے گی اور ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسلام قبول کریں یا پھر مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں آجائیں۔

یہ حالات تھے جن میں نبی ﷺ کو یہ ہدایات دی گئیں کہ مشرکین کے ساتھ کوئی نیا معاہدہ نہ کریں بلکہ اب تک جو معاہدات ہو چکے ہیں ان کا نئے سرے سے جائزہ لیں۔ اس کے لئے قرآن مجید کی سورہ براءت کی ابتدائی پندرہ آیات میں حسب ذیل رہنما اصول دیئے گئے:

1- مشرکین کے ساتھ ولا اور دوستی کا تعلق باقی رکھنا دین توحید کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ خود مشرکین کے حقیقی جذبات مسلمانوں کے لئے لحاظ اور دوستی کے نہیں ہیں۔

2- جن مشرک قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدے طے پا چکے ہیں لیکن ان کے لئے کسی مدت کا تعین نہیں کیا گیا ان کے معاہدات کو چار ماہ کے نوٹس پر ختم کر دیا جائے۔ اس مدت کے اختتام پر وہ مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں گے۔

3- جن مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی میعادی معاہدہ کیا تھا لیکن اس کا احترام نہیں کیا بلکہ معاہدہ کے باوجود مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ سازباز کی' ان کے معاہدہ کو بھی چار ماہ کے نوٹس پر کالعدم کر دیا جائے' اگرچہ اس معاہدہ کی قرارداده مدت ابھی باقی ہو۔ کسی معاہدہ کو یک طرفہ طور پر تقدس نہیں دیا جاسکتا۔

4- جن قبائل نے معاہدوں کی حرمت کا لحاظ کیا اور مسلمانوں کے دشمنوں سے کوئی سازباز نہیں کی' ان کے معاہدات کالعدم نہیں ہوں گے بلکہ ان کو ان کی قرارداده مدت تک باقی رکھا جائے گا لیکن جب یہ مدت ختم ہو جائے گی تو مدت معاہدہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ قبائل بھی عام مشرکین کی صف میں آجائیں گے۔ سیرت نگاروں نے بنو ضمرہ' بنو مدلج اور کنانہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاہدوں کی ہمیشہ پاسداری کی اور ان کے معاہدے موقت بھی تھے۔ لہٰذا ان کو معاہدوں کی باقی ماندہ مدت تک کے لئے تحفظ دیا گیا۔

5- جو معاہدہ مسجد حرام کے جوار میں طے پایا صرف اس کو یہ تقدس حاصل ہے کہ جب تک فریق ثانی اس کا احترام ملحوظ رکھے مسلمان بھی اس کو قائم رکھیں ۔ مسجد حرام کے جوار میں

صرف ایک ہی معاہدہ ہوا تھا اور وہ حدیبیہ کا معاہدہ تھا۔ اس میں فریق ثانی قریش تھے۔ اس کی مدت بھی نہایت طویل یعنی دس سال تھی۔ اس کے بارے میں یہ پالیسی دی گئی کہ معاہدہ کا انحصار قریش کے رویہ پر ہے۔ مسلمان اس کو بہرطور نبھائیں کیونکہ حدود حرم میں منعقد ہونے کے باعث یہ نہایت محترم معاہدہ ہے لیکن جونہی قریش اس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں مشرکین کے لئے دی گئی عمومی پالیسی کے تحت مسلمان بھی اس سے آزاد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد قریش پر بھی وہی قانون لاگو ہوگا جو عام مشرکین کے بارے میں دیا گیا ہے۔

6- معاہدات ختم ہونے پر مشرکین کے خلاف ہر طرح کی جنگی کارروائی کی جائے گی اور اس وقت تک مسلمان ان کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں گے جب تک وہ ایمان نہیں لاتے، نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور زکوۃ ادا نہیں کرتے۔ اگر وہ دین کے یہ واجبات پورے کرنے لگ جائیں تو ان کو مسلمانوں کی برادری میں شامل کرلیا جائے گا۔ ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔

7- مشرکین کے بارے میں اس پالیسی کا اعلان عام حج کے موقع پر کردیا جائے تاکہ جزیرہ نمائے عرب کے دور دراز قبائل کو بھی معلوم ہو جائے کہ اب ان کا وجود بحیثیت مشرک اس سرزمین پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔

مشرکین عرب سے براءت اور قطع علائق کی ان آیات کے زمانہ نزول کے بارے میں تعین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے لیکن ہماری رہنمائی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ان آیات میں قریش کے بارے میں یہ پالیسی دے دی گئی ہے کہ ان کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کو اس وقت تک نبھایا جائے جب تک قریش اس کو نبھائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ آنحضرت ﷺ اور بیعت رضوان کرنے والے صحابہ نے ذی قعدہ 7 ہجری میں مکہ جا کر عمرہ ادا کیا لہٰذا اس وقت تک حدیبیہ کا معاہدہ قائم تھا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کے بعد مذکورہ پالیسی کے تحت قریش کے ساتھ جنگ کے لئے رمضان 8 ہجری میں مکہ پر چڑھائی کی گئی۔ لہٰذا ہمارے نزدیک سورہ براءت کی مذکورہ آیات کا نزول 8 ہجری کے نصف اول میں کسی وقت ہوا ہوگا۔ اس وقت تک مشرکین عرب کو صلح کی فضا میں رہ کر اسلام کے بارے میں اپنے خدشات کو رفع کرنے کے لئے تقریباً ڈیڑھ سال کی مدت مل چکی تھی اور آثار بتاتے ہیں کہ اس مہلت سے انہوں نے خاطر خواہ فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ باقی ماندہ ہٹ دھرم مشرکین کے لئے معاہدوں کی امان کو ختم کرنے کا یہ نہایت مناسب موقع تھا۔

بعض مورخین نے ان آیات کے نزول کا امکانی زمانہ 9 ہجری کا موسم حج قرار دیا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ اس حج کے لئے بطور امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تقرر ہوا تھا۔ وہ جب سفر

پر روانہ ہو گئے تو بعد میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا اور ان کو ہدایت فرمائی کہ سورہ براءت کی مذکورہ آیات حج کے مجمع میں سنا دیں۔ اگر یہ آیات پہلے نازل ہو چکی تھیں تو ان کا اعلان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود کر سکتے تھے۔ عام منادی کے لئے حضرت علیؓ کا بھیجا جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آیات کا نزول حضرت ابوبکرؓ کے روانہ ہونے کے بعد ہوا۔ ہمارے نزدیک معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں قریش کے ساتھ جنگ کا حکم مکہ فتح ہو جانے کے ایک سال بعد آنا کسی طرح تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ قریش کے متعلق آیات پہلے نازل ہو چکی ہوں گی لیکن باقی پالیسی 9 ہجری میں نازل ہوئی تو یہ بات بھی قرین قیاس نہیں۔ ان آیات میں قریش کو تو دوسرے مشرکین کے مقابل میں خاص اہمیت دے کر ان احکام سے مستثنیٰ کیا ہے جو دوسرے مشرک قبائل کے لئے ہیں۔ یوں بھی آیات کو پڑھیئے تو کلام میں تسلسل ہے۔ کہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعض آیات مختلف وقتوں میں نازل ہوئی ہوں۔

رہ گئی یہ بات کہ موسم حج میں آیات کی منادی کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھیجا جانا آیات کے نزول کا قریب العہد ہونا ظاہر کرتا ہے تو یہ ضروری نہیں۔ آیت میں یہ ہدایت تھی کہ حج اکبر کے دن ان آیات کی عام منادی کردی جائے، تو پہلا حج جس میں مسلمان شریک ہو سکے یہی 9 ہجری کا حج تھا۔ 8 ہجری کے زمانہ حج میں قریش، ثقیف اور ہوازن کے خلاف معرکوں کے باعث مسلمان ابھی اس قابل نہ ہوئے تھے کہ وہ سکون کے ساتھ حج کر سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلان کے لئے نامزد کرنا معاملہ کو اہمیت دینے کی غرض سے تھا۔ جب شرکائے حج میں یہ چرچا ہوا ہوگا کہ ان ہدایات کو ان تک پہنچانے کے لئے رسول اللہ کے ایک خاص ایلچی تشریف لائے ہیں تو ہر شخص کی نگاہوں میں معاملہ کی اہمیت دوچند ہو گئی ہوگی۔ یہ حقیقت بھی یاد رہنی چاہئے کہ سورہ بقرہ میں حج اور حرم مکہ سے متعلق متعدد احکام نازل ہوئے جن پر عمل کئی سال بعد ممکن ہوسکا۔ اس لئے کسی حکم پر عمل درآمد کے زمانہ سے اس کے نزول کا زمانہ متعین کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

سورہ براءت کی جس آیت میں معاہدہ حدیبیہ کے بارے میں پالیسی دی گئی ہے وہ یوں ہے:

كيف يكون للمشركين عهد عند الله و عند رسوله الا الذين عاهدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم ان الله يحب المتقين

(براءت 7)

(مشرکین کے کسی عہد کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر کس طرح باقی رہ سکتی ہے؟ ہاں جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے تو جب تک وہ قائم رہیں تم بھی ان کے لئے معاہدے پر قائم رہو۔ بے شک اللہ نقض عہد سے بچنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

اسی سلسلہ کلام میں آگے فرمایا:

وان نکثوا ایمانھم بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون (براءت 12)

(اور اگر عہد کر چکنے کے بعد یہ اپنے قول و قرار توڑ دیں اور تمہارے دین پر نیش زنی کریں تو تم کفر کے ان سرخیلوں سے بھی لڑو' ان کے کسی قول و قرار کا کوئی وزن نہیں' تاکہ یہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں)۔

آیت میں لفظ ائمۃ الکفر استعمال ہوا ہے یعنی کفر کے امام اور سرخیل۔ اس کا اطلاق قریش کے سوا کسی اور پر نہیں ہو سکتا۔ سارا عرب دین کے معاملات میں ان کا تابع تھا۔ پیشوائی اور سرداری کا مقام انہی کو حاصل تھا۔ اسلام کے خلاف کوئی پروپیگنڈا مہم ہوتی یا کوئی سیاسی اقدام' قریش اس کی پشت پر ہوتے اور نبی ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہ کرتے۔ لہٰذا ان کے حق میں یہ ہدایت فرمائی کہ ان کے ساتھ معاہدہ کو نبھانا لیکن اگر یہ اپنی پوزیشن کے زعم میں معاہدہ توڑنے کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کا معاہدہ ان کے منہ پر دے مارنا۔

سورہ براءت میں دی گئی اسی پالیسی نے آئندہ مراحل میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے طرز عمل کا رخ متعین کیا۔

قریش کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی:

یاد ہو گا کہ قریش کی لیڈر شپ میں ایک گروہ ایسا تھا جس نے حدیبیہ میں مصالحت کی ہر کوشش کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے ان روسا کی تحقیر کی جنہوں نے صلح کے حق میں رائے دی تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے جذبات بھڑکا کر ان کو جنگ کی راہ اختیار کرنے پر تیار کرنا چاہا لیکن مسلمانوں نے ان کی ہر ایسی کوشش ناکام بنا دی۔ انہوں نے نبی ﷺ کے سفیر پر قاتلانہ حملہ کر کے معاملہ کو بگاڑنے کی کوشش کی لیکن اس سے بھی مسلمان مشتعل نہ ہوئے۔ چونکہ قریش کی اکثریت اور ان کی موثر لیڈر شپ مسلسل حالت جنگ سے بیزار ہو چکی تھی اس لئے معاہدہ صلح طے پا گیا۔ یہ جذباتی لیڈر اپنی مرضی کا کوئی فیصلہ مسلط کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جب بنو خزاعہ مسلمانوں کے اور بنو بکر قریش کے حلیف بن کر معاہدہ صلح کے فریق بن گئے تو قریش کے ان جذباتی لیڈروں کو فساد کا بیج بونے کا موقع مل گیا۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان پرانی مخاصمت تھی۔ کسی موقع پر وہ آپس میں الجھ پڑے تو قریش کے ان لیڈروں نے بنو خزاعہ کو مسلمانوں کی حمایت کرنے پر سبق سکھانے کی ٹھانی اور بنو بکر کو مال' اسلحہ اور افرادی قوت مہیا کر کے بنو خزاعہ پر حملہ کے لئے اکسایا۔ چنانچہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر

شبخون مارا اور ان کے بیس آدمی قتل کر دیئے۔ بنو خزاعہ مدافعت کرتے ہوئے حدود حرم میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے لیکن حملہ آوروں نے قریش کی شہہ پا کر حرم کے تقدس کو بھی پامال کیا۔ اس تعدی کی اطلاع بنو خزاعہ نے اپنے نمائندہ عمرو بن سالم کے ذریعے نبی ﷺ کو دی اور خود سردار خزاعہ بدیل بن ورقا ایک وفد لے کر مدینہ پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے حلیفوں کو تسلی دی کہ اس تعدی کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

قریش سرداروں نے جب تمام معاملہ پر سنجیدگی سے غور کیا تو ان کو صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا۔ وہ بنو خزاعہ کے مقابل میں بنو بکر کا ساتھ دے کر معاہدہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے تھے کیونکہ فریقین کے حلیفوں پر حملہ خود فریقین پر حملہ کے مترادف تھا۔ اپنی تعدی کی تلافی کے لئے قریش نے اپنے سردار ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ وہ نبی ﷺ سے معذرت کریں اور معاہدہ باقی رکھنے کی استدعا کریں۔ ابوسفیان نے نہ صرف خود نبی ﷺ کے سامنے یہ درخواست پیش کی بلکہ سرکردہ مسلمان زعماء ــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ــــ سے بھی آنحضرت ﷺ سے سفارش کرنے کی درخواست کی مگر کسی نے ابوسفیان کی بات پر کان نہیں دھرا اور معاہدہ حدیبیہ سے بھی اعلان براءت کر دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس واقعہ سے قبل وہ آیات نازل ہو چکی تھیں جن میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس معاہدہ کے مستقبل کا انحصار قریش کے رویہ پر ہو گا۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو اور جب وہ اس کی خلاف ورزی کریں تو تم بھی معاہدہ ختم کر دو۔

بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ ابوسفیان مدت معاہدہ میں اضافہ کا خواستگار تھا۔ یہ بات لایعنی سی ہے کیونکہ صلح کی مدت تو دس سال طے تھی اور ابھی اس میں سے صرف ڈیڑھ برس گزرا تھا۔ ابوسفیان کی مدینہ آمد کا مقصد معاہدہ کو ٹوٹنے سے بچانے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح بعض سیرت نگاروں نے ایک شاذ روایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قریش کے نقض عہد کے بعد نبی ﷺ نے معاہدہ برقرار رکھنے کے لئے ان کو تین شرائط بھیجیں کہ بنو خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کی جائے یا قریش بنو بکر کی حمایت سے دستکش ہو جائیں یا معاہدہ حدیبیہ کے ٹوٹنے کا اعلان کر دیا جائے۔ قریش نے ان میں سے تیسری شرط مان لی۔ یہ روایت کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ اول تو اس کی رو سے جس شخص نے قریش کی طرف سے تیسری شرط ماننے کا پیغام مدینہ بھجوایا وہ کوئی غیر معروف سا آدمی ہے جبکہ بین الاقوامی معاہدات میں ہمیشہ فریقین کے ذمہ دار لوگ ہی پیغام وصول کرتے اور اس کا جواب دیا کرتے ہیں۔ دوسرے' واقعہ کی اس شکل میں ابو سفیان کے مدینہ جانے کا مشن بامقصد نہیں رہ جاتا۔ تیسرے' معاہدات کے بارے میں سورہ براءت کی آیات کے نزول کے بعد

نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات پر مامور تھے کہ وہ معاہدہ کو ختم کردیں اور کفر کے اماموں سے قتال کریں تاکہ بیت اللہ پر ان کا تسلط ختم ہو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے وعدہ فتح کی تکمیل ہو۔ آنحضرت ﷺ وحی کی ہدایات کی خلاف ورزی میں کوئی قدم اٹھاتے' یہ بات تصور میں بھی نہیں لائی جاسکتی' لہٰذا ہمارے نزدیک یہ روایت بے بنیاد ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ابوسفیان نے مدینہ جا کر معاہدہ باقی رکھنے کی استدعا کی جس کو آنحضرت ﷺ نے قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ اب نہ صرف قریش بلکہ حالات پر نظر رکھنے والے ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح تھا کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات کی کشیدگی پھوٹ آئی ہے اور اب یہ دونوں فریق حالت جنگ میں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں معاہدہ حدیبیہ فی الواقع فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور قریش کی طرف سے اس کی ایک دفعہ کی خلاف ورزی نے اس عظیم الشان فتح کی راہ ہموار کردی۔

مسلمانوں کو اعلان براءت کی پاسداری کی تلقین:

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ صلح کے ماحول نے بعض مسلمانوں پر بھی منفی اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ جب مشرکین سے اعلان براءت کردیا گیا' ان سے کئے گئے معاہدے چار ماہ کے نوٹس پر کالعدم قرار دیے گئے اور اس مدت کے خاتمہ پر ان کے ساتھ جنگ کا حکم دیا گیا تو یہ احکام ان مسلمانوں پر گراں گزرے جن کے عزیز و اقارب ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ قرآن مجید نے ان مسلمانوں کو نہایت سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں سے ہمدردی اور دوستی نہ رکھیں۔ یہ تو ان کی خیر خواہی کر رہے ہیں لیکن مشرکین اسلام دشمنی میں اندھے ہو رہے ہیں اور اگر وہ موقع پاجائیں تو اپنے ان خیر خواہوں کو بھی کچل کر رکھ دیں گے۔ قرآن مجید نے اہل ایمان کو اسوہ ابراہیمی پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ابراہیمؑ نے اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے اور اس کے معبودوں سے اعلان براءت کردیا تو اس کے بعد انہوں نے قوم سے محبت کو بالائے طاق رکھ دیا اور دوبارہ صلح کے لئے ان کے ایمان سے کم کسی شرط کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ وہ اپنے اس اقدام پر بالکل نہیں گھبرائے اور پورا بھروسہ اللہ کی نصرت پر کیا۔ اہل ایمان کو یہی طرز عمل زیبا ہے' نہ یہ کہ وہ درپردہ مشرکین سے نامہ و پیام کا سلسلہ قائم کریں۔ یہ ہدایات سورہ الممتحنہ میں نازل ہوئیں۔ فرمایا:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا۔ وہ رسول کو اور تم کو بھی اس بنا پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اللہ' اپنے خداوند پر' ایمان لائے۔ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا جوئی کو نکلتے ہو' ان کی محبت میں رازدارانہ نامہ و پیام کرتے ہوئے' درآنحالیکہ میں جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو' تو جو تم میں سے ایسا کرتے ہیں وہ راہ راست سے بھٹک گئے۔ اگر وہ تم کو پاجائیں تو وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے اور تم پر دست درازی

سید اسحاق علی

اشاریہ مضامین تدبر

شمارہ 1 تا 50

تفسیری حواشی

عنوان	مصنف	تدبر شمارہ نمبر
سورہ فاتحہ	خالد مسعود	1
سورہ بقرہ	"	1 تا 11
سورہ آل عمران	"	12 تا 17
سورہ نساء	"	18 تا 20
سورہ مائدہ	"	21 تا 25
سورہ انعام	"	26 تا 30
سورہ اعراف	"	31 تا 35
سورہ انفال	"	35، 36
سورہ توبہ	"	37 تا 39
سورہ یونس	"	40 تا 41
سورہ ہود	"	42، 43
سورہ یوسف	"	44، 45
سورہ رعد	"	46، 47
سورہ ابراہیم	"	47
سورہ الحجر	"	48
سورہ النحل	"	49، 50

تدبر قرآن

عنوان	مصنف	تدبر شمارہ نمبر
فہم قرآن کے لئے چند بنیادی اصول	امین احسن اصلاحی / عبداللہ غلام احمد	2 تا 6
دیباچہ تفسیر تدبر قرآن	امین احسن اصلاحی	7
نسخ اور اس کی حکمت	امین احسن اصلاحی / عبداللہ غلام احمد	8
مکی سورتوں کا باہمی تعلق	محبوب سبحانی	9
پہلے گروپ کی سورتوں کا نظم	خالد مسعود	18
سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل سے خطاب کی حکمت	"	25
نظم قرآن کے نظریہ کی مقبولیت	"	46
ہامان کی اثری تحقیق	سید شیر محمد	21
حضرت یونس اور واقعہ حوت	"	27
قرآن کا تصور جنگ	خالد مسعود	35، 36

فراہی اصول تفسیر

قرآن میں تدبر و تفکر کا مقام	حمید الدین فراہیؒ / خالد مسعود	45
اصول تفسیر کو مدون کرنے کی ضرورت	״	46
تفسیر قرآن میں نظم کلام کی مشکلات	״	47
تفسیر قرآن کے اصول	״	48
سورہ کے اجزاء	״	49

اسالیب قرآن

اسالیب قرآن	خالد مسعود	28
قرآن بحرف عطف	״	29
فصل	״	30
خروج	״	31
التفات	״	32
اعتراض	״	33
تضمین	״	34
حذف	״	39، 41، 43، 45، 46، 50

حکمت قرآن

کائنات میں انسان کا مقام	امین احسن اصلاحی / محبوب سبحانی	10
خیر و شر کا مسئلہ	״	12
خدا کی ذات و صفات	״	14
آخرت اور جزا و سزا	״	16، 17
جبر و اختیار کا مسئلہ	״	20، 21
نظام نبوت	امین احسن اصلاحی / خالد مسعود	24
ختم نبوت کی فلسفیانہ بنیاد	״	26
حکمت قرآن	حمید الدین فراہی / خالد مسعود	22 تا 27
نظام دین کی حکمت	״	28 تا 30
قرآن کا طرز استدلال	״	31
توحید پر قرآن کا استدلال	״	32
اعمال کے جزا و سزا کا تصور	״	33
تخلیق اور اس کی غایت	״	16

شرح حدیث

صحیح بخاری۔ کتاب الوحی	امین احسن اصلاحی / سعید احمد	30 تا 34
کتاب الایمان	״	35 تا 43
کتاب العلم	״	43 تا 50
موطا امام مالک۔ کتاب الصلوۃ	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	22، 24 تا 26
کتاب الزکوۃ	امین احسن اصلاحی / سعید احمد	27 تا 32
کتاب البیوع	״	33 تا 39
کتاب القراض	״	40
کتاب الشفعہ	״	41
کتاب الاقضیہ	״	41 تا 46
کتاب الوصایا	״	47
کتاب الحدود	״	48 تا 50
حدیث جبریل	خالد مسعود	1
حدیث قتال	״	2
موحدین کے لئے وعدہ جنت	״	3
رجم کی سزا روایات کی روشنی میں	جاوید احمد	3
موحدین کے گناہوں کی مغفرت	خالد مسعود	4
ارادہ اور عمل کا صلہ	״	5
فرائض دین کی پابندی کا صلہ	״	6
عورت کے کردار کے چند قابل اصلاح پہلو	״	7
امانت اور رفع امانت	״	8
جھوٹی قسم اور حق تلفی کا انجام	״	9
ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ	״	11
مماثل کردار کی یکساں سزا	״	15
سبعہ احرف	״	27

تدبر حدیث

حدیث و سنت میں فرق	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	4
صحابہ اور صحابیت	״	5
قرآن اور حدیث و سنت کا باہمی تعلق	״	6
سند کی عظمت اور اس کے بعض کمزور پہلو	״	7
روایت بالمعنی اور اس کے بعض مضمرات	״	8
اخبار احاد کی حجیت	״	9

وضع حدیث کے محرکات	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	10
تدبر حدیث کے لئے امہات فن کا انتخاب	"	11
تدبر حدیث کے چند بنیادی اصول	"	12
حدیث کے غث و سمین میں امتیاز کے لئے اساسی کسوٹیاں	"	15
احکام رسول کا قرآن مجید سے استنباط	حمید الدین فراہی / خالد مسعود	13
تحقیق حدیث میں صحابہ کرامؓ کا طرز عمل	خالد مسعود	17
علم حدیث پر تحقیق کی ضرورت	"	4

تزکیہ نفس

تعلق باللہ اور اس کی اساسات	امین احسن اصلاحی	1
عبادت	"	2
اخلاص	"	3
محبت	"	4
خوف	"	5
حیاء	"	6
وفا	"	7
حمیت، حمایت اور جہاد	"	8، 9
انسان کا تعلق اپنی ذات سے	"	11
آدمی کا تعلق کنبہ، خاندان، معاشرہ اور ریاست سے	"	13
ایمان اور اسلام	"	14
آدمی کا تعلق اپنے کنبہ اور بیوی بچوں کے ساتھ	"	15
آدمی کا تعلق غرباء، یتامیٰ اور پڑوسیوں سے	"	16
آدمی کا تعلق معاشرہ سے	"	17
آدمی کا تعلق ریاست سے	"	19

اسلامی نظام

اسلامی حکومت کا ایک کامیاب تجربہ	خالد مسعود	34
اسلام کا شورائی نظام	"	2
اسلامی نظام معیشت کی صحیح تعبیر	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	1
معاشی دائرہ میں فرد اور ریاست کا کردار	"	2
زکوۃ کے مصارف	" / خالد مسعود	9
زکوۃ سے متعلق بعض وضاحتیں	خالد مسعود	10
عید الاضحیٰ کا پیغام	امین احسن اصلاحی / عبداللہ غلام احمد	11
سمع و طاعت کی بیعت	" / ماجد خاور	8
اسلامی ارسٹو کریسی	"	77

تاریخ و سیر

اسلامی معاشرہ کا سب سے بڑا آدمی	امین احسن اصلاحی	13، 21
رسول ﷺ بحیثیت تاریخ ساز مدبر	"	16
نبی کریم ﷺ کی جنگی کارروائیاں	خالد مسعود	39
غزوہ بدر	"	40، 41
غزوہ احد	"	42، 43
مشرکین اور یہود مدینہ سے فیصلہ کن جنگ	"	44
فتح مبین (معاہدہ حدیبیہ)	"	47
معاہدہ حدیبیہ کے اثرات و نتائج	"	48
معاہدہ حدیبیہ سے اعلان براءت	"	50
صدر اول کی تاریخ کے لئے چند رہنما نکات	"	40

مقالات

سائنس کا صحیح طریقہ کار	خالد مسعود	22
تکبر	محبوب سبحانی	22
علم اور ذرائع علم	امین احسن اصلاحی	24
ظلم کی حقیقت	محبوب سبحانی	25
رسول اکرمؐ کی دعوت کی خصوصیات	خالد مسعود	30
فکر کی نارسائیاں	محمود احمد لودھی	32
آفات کا درس عبرت	امین احسن اصلاحی	41

تفہیم دین

جبر و اختیار کا مسئلہ	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	1
انسانی زندگی کا مقصود	"	1
عمل خیر اور عمل شر	"	2
قوموں کے عروج و زوال میں کردار کا حصہ	"	2، 15
فقہی اختلافات میں صحیح طرز عمل	"	3
جنت کی طمع کے لئے عمل	"	3
انسانی فطرت کی خصوصیات	امین احسن اصلاحی / خالد مسعود	27
انسان کا امتحان اور مسئولیت	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	4
رسول وسیلہ ہیں	"	4
غیر مسلم کی نیکی کا معاملہ	"	5
کیا اسلام صلح و آشتی کا مذہب ہے؟	امین احسن اصلاحی /	5

تصوف، اسلام کے متوازی ایک دین ہے	٭/ بشیر احمد	6
تدبیر اور تقدیر کا تعلق	خالد مسعود	12
قادیانیوں کی تکفیر کی بنیاد	امین احسن اصلاحی / خالد مسعود	14
اہل ایمان کا ابتلاء کیوں؟	٭٭	14
نفاذ اسلام کا صحیح طریقہ	٭٭	18
غلو سے احتراز	٭٭	33

ملی مسائل

مسلم امہ کی بیداری	خالد مسعود	28
خلیج کی تشویش ناک صورت حال	٭	33
عالمی نظام کا امریکی منصوبہ	محبوب سبحانی	35
مغرب کی ثقافتی یلغار	خالد مسعود	48
مغربی تہذیب کے چیلنج کا مقابلہ	٭	49
سانحہ مکہ مکرمہ	٭	22
سودی قرضوں کے بل پر ترقی	امین احسن اصلاحی / ماجد خاور	7

قومی مسائل

پس چہ باید کرد	خالد مسعود	27
شریعت بل کی منظوری	٭	32
نئی حکومت کی ذمہ داریاں	٭	34
جاگئے اور جگائے رکھیئے	امین احسن اصلاحی / خالد مسعود	36
اجتماعی توبہ و جہاد کی ضرورت	٭/ غلام احمد	37
حکومت کی بے بسی کیوں؟	خالد مسعود	38
ہماری قومی شناخت	٭	39
نئی قومی تعلیمی پالیسی	٭	42
ہماری سیاست کا بدنما چہرہ	٭	44
انتخابی نتائج اور دینی جماعتیں	٭	45
اصلاح معاشرہ	٭	5
وقت کی ایک اہم ضرورت	٭	6، 47
قومی عہد کی پاسداری	٭	13
متحدہ شریعت محاذ کا مجوزہ شریعت بل	٭	19
نفاذ شریعت کی راہ کا سنگ گراں	٭	24
معاشرہ کا بگاڑ	پروفیسر ارشاد الحسن	7
	[illegible]	50

اقتدار کے لازمی تقاضے	خالد مسعود	29

فکر فراہی

مولانا فراہی کی علمی خدمت	خالد مسعود	33
امام فراہی کا تصور حکمت	٭	34
حدیث و سنت کی تحقیق کا فراہی منہاج	٭	37
مولانا فراہی کی تفسیر سورہ فیل پر اعتراضات کا جائزہ	مولانا نسیم ظہیر اصلاحی	23
قدامت پرستی کا کیسا جنون ہے یہ!	ڈاکٹر محمد عنایت اللہ سبحانی	28، 29
فراہی مکتب فکر کی بعض خصوصیات	منصور الحمید	3
امام فراہی سیمینار	ابو سفیان اصلاحی	38
٭	٭	23
فکر فراہی	٭	23
شرح شواہد فراہی	جاوید احمد	1
قرآنی معیشت کے بعض بنیادی مسائل	عبدالعظیم اصلاحی	49
مولانا فراہی کے قلمی حواشی الاتقان پر	ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی	18 تا 20

شخصیات

مولانا عبید اللہ انور کا انتقال	امین احسن اصلاحی/ خالد مسعود	14
محمد بن شہاب زہری	خالد مسعود	21
عظیم قومی سانحہ	امین احسن اصلاحی/ خالد مسعود	26
جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی سے میرا تعلق	امین احسن اصلاحی/ منصور الحمید	40
مولانا اصلاحی مدظلہ۔ ایک عہد آفریں شخصیت	خالد مسعود	43
ڈاکٹر اقبال۔ ایک الہامی شاعر	امین احسن اصلاحی/ خالد مسعود	18
علامہ اقبال اور حقیقت وحی	٭٭	27

ادارہ تدبر قرآن و حدیث

ادارہ تدبر قرآن و حدیث	خالد مسعود	1
ادارہ کی پیش رفت	٭	3
ادارہ کے پانچ سال	٭	15
تدبر کی اشاعت میں تاخیر	خالد مسعود	12
کچھ تدبر کے بارے میں	٭	30

تالیفات امام حمید الدین فراہیؒ

		قیمت روپے
۱	مجموعہ تفاسیر فراہی	۲۴۰-۰۰
۲	عظمت قرآن	۰۰-۰۰
۳	اقسام القرآن	۰۰-۰۰
۴	ذبیح کون ہے	۰۰-۰۰

تالیفات مولانا امین احسن اصلاحی

۱	تدبر قرآن: (۹ جلد)	۲۱۶۰-۰۰
	(فی جلد):	۲۴۰-۰۰
۲	مبادی تدبر قرآن	۷۵-۰۰
۳	مبادی تدبر حدیث	۶۳-۰۰
۴	حقیقت شرک و توحید	۹۰-۰۰
۵	حقیقت نماز	۳۹-۰۰
۶	حقیقت تقویٰ	۳۹-۰۰
۷	تزکیہ نفس: جلد اول (شائع کردہ ملک سنز)	۰۰-۰۰
	: جلد دوم	۷۵-۰۰
۸	دعوت دین اور اس کا طریق کار	۷۸-۰۰
۹	اسلامی قانون کی تدوین	۵۱-۰۰
۱۰	اسلامی ریاست	۰۰-۰۰
۱۱	اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	۵۱-۰۰
۱۲	اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام	۷۵-۰۰
۱۳	قرآن میں پردے کے احکام	۱۰-۰۰
۱۴	فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں	۷۹-۰۰
۱۵	تفہیم دین	۶۳-۰۰
۱۶	مقالات اصلاحی: جلد اول	۹۹-۰۰
	: جلد دوم	۰۰-۰۰
	: جلد سوم	۰۰-۰۰

فاران فاؤنڈیشن

122 ۔ فیروز پور روڈ، اچھرہ لاہور۔ 54600 ۔ پاکستان فون: ۷۵۸۰۸۰۰۱-۰۴۲

مکاتیب قارئین

قند مکرر	ڈاکٹر شیر بہادر پنی	8
تاثر لطیف	شیخ سلطان احمد	9
مطالعہ کے لئے معیار انتخاب	•	11

تبصرہ کتب

اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام	سعید احمد	26
ایضاح القرآن	•	26
علوم القرآن	عبداللہ غلام احمد	27
مجلہ سالانہ	•	27
عقیدت کے پھول	•	27
شریعت و طریقت	•	29
مقام نبوت کی عجمی تعبیر	خالد مسعود	31
شیعیت کے داغ	نعمان علی	31
تزکیہ نفس جلد دوم	پروفیسر عبدالجبار شاکر	31
فلسفہ کے بنیادی مسائل	•	37
مقالات اصلاحی جلد اول	سعید ملک	38
ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت	خالد مسعود	38
واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر	•	39
دانائے سبل۔ اسلام اور سیرت النبی	•	39
آسان ترجمہ قرآن مجید۔ ایک منٹ کا درس۔ مجالس مسیح الامت	•	41
رویت ہلال کے مسائل کا نیا تجزیہ	عبداللہ غلام احمد	42
قرآنی مقالات	•	43
مقالات ہاشمی	•	43
کتابیات فراہی	•	43
نیا علمی و تحقیقی رسالہ	محبوب سبحانی	46
مصحف دوراں	•	46
اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج	•	48
سقراط	لطیف چوہدری	49
فقہی اختلافات کا حل	خالد مسعود	7
تدبر قرآن کا ایک قابل قدر مطالعہ	•	8
تحقیق عمر عائشہ الصدیقہؓ	•	11
ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت	•	16
فقہ القرآن	عبداللہ غلام احمد	17
روایت اٹک	خالد مسعود	19 '18
بین الاقوامی برادری کی مسلم اقلیتیں	•	20
تصوف کی حقیقت	•	25